بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡد

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

ایڈیٹر: منصور احمد

جلد:75/ 5-12فروری2026ء،شمارہ06-07/ 16-23شعبان 1447 ہجری قمری/ 5-12 تبلیغ/1405 ہجری شمسی (www.akhbarbadr.in)

ارشاد باری تعالیٰ

هُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّهٖ ۙ وَلَوۡ کَرِهَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ﴿۳۳﴾ (سورۃالتوبہ:33)

ترجمہ: وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے سب دینوں پر غالب کردے خواہ مشرک کیسا ہی ناپسند کریں۔

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

عیسیٰ بن مریمؑ زمین پر نازل ہوں گے، وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی

عَنۡ عَبۡدِاللّٰہِ بۡنِ عَمۡرٍو قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ: یَنۡزِلُ عِیۡسَی بۡنُ مَرۡیَمَ اِلَی الۡاَرۡضِ فَیَتَزَوَّجُ وَیُوۡلَدُ لَہٗ (مشکوٰۃ المصابیح)

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عیسیٰ بن مریمؑ زمین پر نازل ہوں گے، وہ شادی کریں گے اور ان کی اولاد ہوگی۔

اس حدیث کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔(ترجمہ از عربی عبارت) آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسا بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا۔ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 528)

پیشگوئی دربارہ مصلح موعودؓ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’بِاِلْهَامِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاِعْلَامِہٖ عَزَّوَجَلَّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جَلَّ شَانُہٗ وَعَزَّ اِسْمُہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے مُوافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرّعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عَنْمُوَائِیْل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے۔ اور وہ نُورُاللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور رُوح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ۔ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ کَاَنَّ اللّٰہَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وَکَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد 1، صفحہ 100، اشتہار 20 فروری 1886ء)

اخبار احمدیہ

الحمدللہ سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز بخیر و عافیت ہیں۔ سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 06 فروری 2026 کو مسجد مبارک (اسلام آباد) یو.کے سے بصیرت افروز خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 31 پر ملاحظہ فرمائیں۔

اس خطبہ جمعہ کا خلاصہ اسی شمارہ کے صفحہ 31 پر ملاحظہ فرمائیں۔

احباب کرام حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت و تندرستی، فعال درازیٔ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کیلئے دُعائیں جاری رکھیں، اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید و نصرت فرمائے۔ آمین۔

جمیل احمد ناصر، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا: پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا

......اور......

قومیں اس سے برکت پائیں گی

حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے آغاز جوانی سے ہی خدمت اسلام اور محبت رسول کا جذبہ ودیعت کر رکھا تھا۔ آپ کے زمانہ میں دیگر مذاہب کے معاندین کی طرف سے اسلام پر چوطرفہ حملے ہو رہے تھے اور مسلمان ان کا جواب دینے سے قاصر تھے بلکہ پڑھے لکھے مسلمان تو انگریز حکومت سے مرعوب ہو کر اسلام کو ہی خیر باد کہہ رہے تھے۔ ایسے پُرخطر و مایوس کن ایام میں آپ نے اللہ کے حکم سے کتاب براہین احمدیہ چار حصص میں لکھی جو 1882ء سے 1884ء تک مکمل ہوئی۔ 1882ء میں آپ پر ماموریت کا پہلا الہام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا:

قُلْ اِنِّیْ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ

کہہ مَیں خدا کی طرف سے مامور ہوں اور مَیں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں۔

(براہین احمدیہ حصّہ چہارم صفحہ 503-502 بحوالہ تذکرہ صفحہ 35 مطبوعہ قادیان)

ماموریت کے الہام کے بعد آپ پر معجزات و نشانات کا سلسلہ شروع ہو گیا اور آپ اللہ سے دعا کرنے لگے کہ آپ کو اسلام کے غلبہ کی راہیں دکھائی جائیں۔ چنانچہ آپ پر یہ قرآنی آیت الہام ہوئی کہ:

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ (الصّف:10)

فرمایا:

مُجھ کو اس قرآنی آیت کا الہام ہوا تھا اور وہ یہ ہے هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی و ---- وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ الخ وہ خدا جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا وہ اپنے دین کو تمام دینوں پر غالب کرے اور مجھ کو اس الہام کے یہ معنٰی سمجھائے گئے تھے کہ مَیں خدا تعالیٰ کی طرف سے اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تا میرے ہاتھ سے خدا تعالیٰ اسلام کو تمام دینوں پر غالب کرے اور اس جگہ یاد رہے کہ یہ قرآن شریف میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نسبت علما و محققین کا اتفاق ہے کہ یہ مسیح موعود کے ہاتھ پر پوری ہوگی۔'' (تریاق القلوب صفحہ 47)

دعویٰ مسیحیت و مہدویت کے بعد مختلف مذاہب کے راہنماؤں نے آپ کی مخالفت تیز کر دی اور حضور علیہ السلام نے تمام دنیا میں نشان نمائی کی دعوت دے دی جس پر قادیان کے ہندوؤں نے درخواست کی کہ ہم آپ کے پڑوسی ہونے کے لحاظ سے نشان نمائی کے زیادہ مستحق ہیں۔ چنانچہ حضور اقدس کو الہام ہوا:

''تمہاری عقدہ کشائی ہوشیار پور میں ہوگی'' (سیرت المہدی جلد اوّل روایت نمبر 88)

اس پر حضور ہوشیار پور تشریف لے گئے اور چالیس روز اللہ کے حضور میں گریہ وزاری کی جس پر آپ کو ایک ایسے فرزند کی بشارت دی گئی جس کے ذریعہ اسلام پوری دنیا میں پھیلے گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

یہ فرزند ارجمند پیشگوئی 1886ء کے تین سال بعد 12/جنوری 1889ء کو پیدا ہوا اور 14/مارچ 1914ء کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دوسرے خلیفہ کے طور پر مسند خلافت پر متمکن ہوا اور پیشگوئی مصلح موعود میں آپ کے متعلق جو صفات اور پیشگوئیاں بیان کی گئی تھیں جن کا ذکر اسی شمارہ میں دُوسری جگہ پر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں وہ سب آپ کی ذات بابرکات میں پوری ہوئیں جن میں آپ کو فتح و ظفر کی کلید بتایا گیا تھا اور جس میں ذکر تھا کہ آپ کے ذریعہ روحانی مردے زندہ ہوں گے۔ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوگا۔ وہ مسیحی نفس ہوگا۔ ذہین و فہیم، دل کا حلیم ہوگا۔ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ وہ خدا کا نور ہوگا۔ اس پر کلام الٰہی نازل ہوگا۔ خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

خدا گواہ ہے کہ یہ سب نشان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی میں پورے ہو چکے ہیں اور تا قیامت پورے ہوتے چلے جائیں گے۔

آپ نے خدا کے حکم سے 1944ء میں دعویٰ مصلح موعود فرمایا اور حلفاً فرمایا اور نصف صدی سے زائد مسند خلافت پر متمکن رہے اور ایسے وقت میں آپ خلیفہ بنے جب کہ اپنے اور پرائے سب مخالف تھے اور جنگوں کی وجہ سے دنیا کے اقتصادی حالات بدتر ہو چکے تھے۔

ایسے حالات میں آپ نے تبلیغ اسلام کے جھنڈے کو اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑا اور دیکھتے ہی دیکھتے ہندوستان سے نکل کر ایشیا کے دیگر ممالک، یورپ کے ممالک، افریقہ کے ممالک اور دیگر براعظموں میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا۔ آپ کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ بھی اس مہم میں بالکل اسی طرح شامل تھے جس طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شامل تھے۔ لنڈن میں اسلامی جھنڈا گاڑنے کیلئے حضرت چوہدری فتح محمد سیال صاحبؓ کو بھجوایا گیا۔ ماریشس میں حضرت صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں اسلامی جھنڈا تھا۔ امریکہ میں حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ تشریف لے گئے۔ افریقہ کی قسمت حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیّر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ جاگی اور مشرق بعید میں حضرت مولوی رحمت علی صاحب رضی اللہ عنہ سوتوں کو جگانے کیلئے تشریف لے گئے جبکہ دمشق اور فلسطین کی قسمت جگانے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے۔

پھر 1934ء سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مبارک تحریک تحریک جدید نے غلبہ اسلام کی رُوحانی تلوار کو اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اب تک دنیا کے بیسیوں مُلکوں میں واقفین زندگی کی فوج اسلام کا امن بخش پیغام پھیلانے کے لئے پہنچ چکی ہے اور کیا امیر اور کیا غریب ہر احمدی ایک طرف تو وقفِ زندگی کے جہاد میں شامل ہو گیا اور دوسری طرف مالی قربانیوں کے جہاد میں اُتر گیا اور آج صورت حال یہ ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی مبارک تحریک جدید اگر دنیا کے مُلکوں میں فریضہ تبلیغ اسلام میں مصروف ہے تو دوسری طرف وقف جدید کے ذریعہ دنیا بھر کے دیہاتوں میں تبلیغ و تربیت کا جال بچھا دیا گیا ہے اور احمدیت کے ذریعہ اسلام کا یہ پیغام دنیا کے 216 ملکوں میں پھیل گیا ہے۔

کیا یہ سب کام خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے بغیر ہے اور کیا یہ عظیم الشان کامیابی اس بات کا منہ بولتا ثبوت نہیں ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے بارہ میں جو یہ الہام ہوا تھا کہ:

زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔

یہ الہام اسی سچے خدا کی طرف سے تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور جن کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی تشریف لائے اور جنہوں نے مصلح موعود کی آمد کی الہامی خبر دی اور خدا نے اس خبر کے حرف حرف کو سچ کر دکھایا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار

پاکیزہ منظوم کلام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

غم اپنے دوستوں کا بھی کھانا پڑے ہمیں
اغیار کا بھی بوجھ اٹھانا پڑے ہمیں

اس زندگی سے موت ہی بہتر ہے اے خدا
جس میں کہ تیرا نام چھپانا پڑے ہمیں

منبر پہ چڑھ کہ غیر کہے اپنا مدعا
سینہ میں اپنے جوش دبانا پڑے ہمیں

سن مدعی نہ بات بڑھاتا نہ ہو یہ بات
کوچہ میں اس کے شور مچانا پڑے ہمیں

پھلائیں گے صداقتِ اسلام کچھ بھی ہو
جائیں گے ہم جہاں بھی کہ جانا پڑے ہمیں

پروا نہیں جو ہاتھ سے اپنے ہی اپنا آپ
حرفِ غلط کی طرح مٹانا پڑے ہمیں

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمیں کو خواہ ہلانا پڑے ہمیں

(کلام محمود)

خطبہ جمعہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپ کی موت محض خدا کے لئے ہو گئی تھی اور آپ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا اور آپ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرّہ آمیزش نہیں رہی تھی۔'' (حضرت مسیح موعودؑ)

جوانی اور دعویٰ نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت الٰہی کا جوش ایسا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیتاب ہو کر غار میں جا کر محبوب الٰہی سے راز و نیاز میں مصروف ہو جاتے تھے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق تھا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر آتے ہی آپؐ کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ سے ایسی محبت تھی کہ تندرستی اور بیماری میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہی آپؐ کی غذا تھا اور یہی بات آپؐ اپنی امت اور اپنے لوگوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے کہ ان کو بھی اس چیز کی عادت پڑے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر کوشش یہی تھی کہ جس جس طرح سے ہو سکے لوگوں کی زبان پر خدا کا نام جاری کیا جائے

اب ہمیں دیکھنا چاہیے، ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کا خیال دل میں ہر وقت رہتا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے چاہتے تھے؟ کیا ہمارے دل میں استادر رہے یا ہم صرف اپنے دنیاوی مقاصد کے لیے ہی نمازوں کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف توجہ کرتے ہیں اور عام حالات میں بھول جاتے ہیں؟

اکثر اعمال میں آپؐ نے خدا تعالیٰ کے ذکر کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نہ صرف خود ہی ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے بلکہ دوسروں سے بھی چاہتے تھے کہ وہ بھی یاد الٰہی میں مشغول رہیں جو کہ آپؐ کے کمال محبت پر دالّ ہے۔ اس پر دلیل ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوا کرتے تھے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ آپؐ کے قدم یا پنڈلیاں سوج جاتیں۔
لوگ جب آپؐ کو کہتے کہ آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپؐ جواب دیتے کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔
اللہ اللہ! کیا عشق ہے، کیا محبت ہے، کیا پیار ہے۔ خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا

''قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ کہ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے۔ یہ بھی خاص امتیاز ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حاصل ہے...... رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے ایسی عبادت عطا ہوئی ہے کہ اسی میں لذّت ہے اور ایسی لذّت ہے جس کا کوئی مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔'' (حضرت مصلح موعودؓ)

ہمارے قلمی اور تبلیغی جہاد میں بھی اسی وقت برکت پڑے گی جب ہم اپنی عبادت کے معیار اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو بھی بڑھائیں گے۔
اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس جہاد میں حصہ لیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی محبت اور دعاؤں کی طرف بھی ہمیں توجہ دینی ہوگی۔ اپنی عبادتوں کی طرف بھی ہمیں توجہ دینی ہوگی اور اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے یہ کریں گے تو تب ہی ہمارے کاموں میں برکت بھی پڑے گی

آج بنگلہ دیش کی جماعت کا جلسہ بھی ہو رہا ہے۔ وہاں مخالفت بھی کافی ہوتی ہے۔ ان کے لیے بھی دعا کریں۔
اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کا جلسہ بخیر و خوبی اختتام پذیر ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت الٰہی کا دلنشیں اور دلآویز پیرایہ میں ذکر

خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16؍جنوری 2026ء بمطابق 16؍صلح 1405 ہجری شمسی بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

(خطبہ کا یہ متن ادارہ بدر ادارہ الفضل انٹرنیشنل لندن کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

مَیں نے گذشتہ ایک خطبہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے حوالے سے آپؐ کی محبت الٰہی کے پہلو کا ذکر کیا تھا۔ اس بارے میں ہی آج مزید کچھ بیان کروں گا۔

جوانی اور دعویٰ نبوت سے پہلے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں محبت الٰہی کا جوش ایسا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بیتاب ہو کر غار میں جا کر محبوب الٰہی سے راز و نیاز میں مصروف ہو جاتے تھے۔

اسی محبت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ ''میں دیکھتا ہوں کہ گرمیوں کو بھی روحانی ترقی کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مکہ جیسے شہر میں پیدا کیا اور پھر آپ ان گرمیوں میں تنہا غار حرا میں جا کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرتے تھے وہ کیسا عجیب زمانہ ہوگا۔ آپ ہی ایک پانی کا مشکیزہ اٹھا کر لے جاتے ہوں گے۔

اصل بات یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کے ساتھ اُنس اور ذوق پیدا ہو جاتا ہے تو پھر دنیا اور اہل دنیا سے ایک نفرت اور کراہت پیدا ہو جاتی ہے۔ بالطبع تنہائی اور خلوت پسند آتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی یہی حالت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپ اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ آپ اس تنہائی میں ہی پوری لذت اور ذوق پاتے تھے۔

ایسی جگہ میں جہاں کوئی آرام کا اور راحت کا سامان نہ تھا اور جہاں جاتے ہوئے بھی ڈر لگتا ہو آپ وہاں کئی کئی راتیں تنہا گذارتے تھے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیسے بہادر اور شجاع تھے۔ جب خدا تعالیٰ سے تعلق شدید ہو تو پھر شجاعت بھی آ جاتی ہے اس لیے مومن کبھی بزدل نہیں ہوتا۔ اہل دنیا بزدل ہوتے ہیں۔ ان میں حقیقی شجاعت نہیں ہوتی۔

اس بات کو سن کر خدا تعالیٰ سے جس قدر تعلقات شدید ہوتے ہیں اور ایسے لوگ تنہائی اور خلوت کو پسند کرتے ہیں بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ پھر ان نبیوں اور رسولوں کے بیوی بچے کیوں ہوتے ہیں؟'' اگر اتنا ہی پسند کرتے ہیں خلوت کو تو بیوی بچے کیوں رکھتے ہیں۔ شادیاں کیوں کرتے ہیں؟'' وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں'' قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر آیا ہے۔'' مگر افسوس ہے کہ ایسا اعتراض کرنے والے نہیں سوچتے کہ ان لوگوں کی تو ایسی مثال ہے جیسے ایک شخص تو کسی کے دروازے پر بھیک مانگنے جاوے اور ایک اس کا

دوست ہواور وہ محض اس سے ملنے ہی کے لیے گیا ہو۔اب اگر وہ دوست اپنے دوست کے سامنے پلاؤ وغیرہ لا کر رکھ دیتا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے؟'' دو شخص جارہے ہیں ایک بھیک مانگنے گیا ہے۔ایک دوست کے طور پر گیا ہے۔اب اگر کوئی گھر والا دوست کی خاطر مدارت کرتا ہے تو اس میں اس کا کیا قصور ہے۔یعنی اس دوست کو جو اپنے دوست سے ملنے گیا ہے اس کا تو کوئی قصور نہیں۔''اس دوست کو تو اس کے کھانے میں لذّت آتی ہے اور وہ گدا جو ہے'' جو فقیر ہے مانگنے والا''اس کو خشک روٹی کا ٹکڑا دے دیا جاتا ہے۔اگر زیادہ ٹھہرے تو پھر دھکے دے کر باہر کیا جاتا ہے۔'' دو سلوک ہیں۔مانگنے والے سے اَور سلوک ہے۔دوست سے اَور سلوک ہے''حالانکہ یہ معاملہ دوست سے نہیں ہوتا'' کہ اس کو دھکے دیے جائیں'' بلکہ اس کے زیادہ قیام اور اس کے کھانے پینے سے خود اسے ایک لذّت آتی ہے'' گھر والے کو اَور ایک فقیر مانگنے والے سے اَور سلوک ہوتا ہے۔دوست سے اَور سلوک ہے۔دوست کی آؤ بھگت کی جاتی ہے۔خاطر مدارات کی جاتی ہے۔فقیر کو کچھ دے کر ٹالا جاتا ہے۔

آپؑ نے فرمایا کہ''یہی حال ان نبیوں اور ماموروں کا ہوتا ہے۔ان کے سامنے جو کچھ آتا ہے وہ ان کی نفسانی خواہشوں کا نتیجہ نہیں ہوتا۔وہ تو ساری لذّت اور راحت اللہ تعالیٰ ہی کے ذکر اور شغل میں پاتے ہیں اور فی الحقیقت تنہائی ہی کو پسند کرتے ہیں جہاں وہ اپنے محبوب سے اپنے دل کی آرزوئیں اور تمنائیں پیش کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس حالت میں کوئی ان کو دیکھ نہ لے۔علاوہ بریں یہ تعلقات ان کی تکمیل کے لیے ہوتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 407-408،ایڈیشن 1984ء)

یعنی ان کے جو اللہ تعالیٰ سے محبت کے رشتے ہیں ان کا ایک اعلیٰ ترین معیار حاصل کرنے کے لیے ہوتے ہیں۔

غارِ حرا میں عبادت الٰہی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ نے ایک حدیث میں بڑی تفصیل سے بیان فرمایا ہے جو آپ نے ان کو بیان فرمایا تھا۔حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ پہلے پہل جو وحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شروع ہوئی وہ نیند میں سچے خوابوں کا دیکھنا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح صادق کی طرح واقع ہو جاتی۔بڑی سچی خوابیں آتی تھیں۔فوراً نتیجہ نکلتا تھا۔اس کے بعد آپؐ کو تنہائی کی طرف رغبت ہوئی اور آپؐ غارِ حرا میں تنہا رہتے اور اس میں عبادت کرتے۔یہ عبادت چند گنتی کی راتوں کی تھی جسے آپؐ پیشتر اس کے کہ آپؐ کو اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوتی پورا کر لیتے اور اس کے لیے آپؐ توشہ ساتھ لے لیتے۔یعنی کچھ کھانا پینا یا سامان ساتھ لے جاتے۔پھر کچھ مدت کے بعد حضرت خدیجہؓ کے پاس واپس آتے اور اتنی ہی راتوں کے لیے اَور زیادہ زادِ راہ لے لیتے۔آخر آپؐ کے پاس حق آ گیا اور اس وقت آپؐ غارِ حرا میں تھے۔آپؐ کے پاس فرشتہ آیا اور اس نے کہا پڑھو۔آپؐ نے کہا مَیں تو ہرگز نہیں پڑھوں گا۔پڑھنا نہیں جانتا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ اس فرشتے نے مجھے پکڑا اور مجھے اس قدر بھینچا کہ میری طاقت اپنی انتہا کو پہنچ گئی۔پھر اس نے مجھ کو چھوڑا اور کہنے لگا پڑھو۔مَیں نے کہا میں نہیں پڑھوں گا۔جانتا ہی نہیں پڑھنا۔پھر اس نے مجھے پکڑا اور دوبارہ اس زور سے بھینچا کہ میں بیہوش ہو گیا۔پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہا پڑھو۔مَیں نے کہا مَیں نہیں پڑھوں گا۔پھر اس نے مجھے پکڑا پھر اس نے تیسری دفعہ مجھے زور سے بھینچا پھر اس نے مجھے چھوڑ دیا اور کہنے لگا۔اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ۔ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ۔اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ۔(العلق:2-4) یعنی پڑھو اپنے رب کا نام لے کر جس نے انسان کو ایک لوتھڑے سے پیدا کیا۔پڑھو اور تمہارا ربّ بہت ہی کریمانہ صفات والا ہے۔ان آیات کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار سے واپس لوٹے۔جب آپؐ حضرت خدیجہؓ کے پاس گھر آئے تو آپؐ کا دل دھڑک رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: مجھے کپڑا اوڑھا دو، مجھے کپڑا اوڑھا دو۔چنانچہ انہوں نے آپؐ کو کپڑا اوڑھا دیا یہاں تک کہ آپؐ سے گھبراہٹ جاتی رہی۔تب آپؐ نے حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان کیا اور فرمایا: مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہو گیا ہے۔اس پر حضرت خدیجہؓ نے کہا کہ ہرگز نہیں بخدا! اللہ آپؐ کو کبھی رسوا نہیں کرے گا۔آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں۔عاجز کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔وہ نیکیاں کرتے ہیں جو معدوم ہو چکی ہیں۔مہمان نوازی کرتے ہیں اور حق کی مشکلات میں مدد دیتے ہیں۔ہمیشہ سچ کا آپؐ نے ساتھ دیا ہے باوجود مشکلات کے۔اس کے بعد حضرت خدیجہؓ آپؐ کو لے گئیں اور اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لائیں جو کہ اسد بن عبدالعزیٰ کے بیٹے تھے۔ورقہ وہ شخص تھے جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہو گئے تھے اور عبرانی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔انجیل سے جو اللہ تعالیٰ چاہتا وہ عبرانی میں لکھا کرتے تھے۔وہ بہت بوڑھے اور نابینا ہو چکے تھے۔حضرت خدیجہؓ نے ان سے کہا: اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ورقہ نے آپؐ سے پوچھا: اے میرے بھتیجے! تم کیا دیکھتے ہو؟ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ دیکھا تھا ان کو بتلایا۔ورقہ نے آپؐ سے کہا: یہ وہ شریعت لانے والا فرشتہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ پر اتارا تھا۔اے کاش! مَیں اس زمانے میں جوان ہوتا۔اے کاش! مَیں اس وقت زندہ رہوں جب تیری قوم تجھے نکالے گی۔اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہ مجھے نکالیں گے؟ انہوں نے کہا ہاں۔جو پیغام تُو لایا ہے جب کبھی بھی کوئی شخص ایسا پیغام لے کر آیا تو ضرور ہی اس سے دشمنی کی گئی اور اگر میں نے تیرا وہ زمانہ پالیا تو میں کمر باندھ کر تیری مدد کروں گا۔اس کے بعد ورقہ جلد فوت ہو گئے اور وحی بھی کچھ عرصہ کے لیے معطل ہو گئی۔رک گئی۔اس میں وقفہ پڑ گیا۔

(صحیح بخاری مترجم (اردو) جلد 1 صفحہ 5 تا 7 کتاب بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ......الخ، حدیث 3، نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:''اصل بات یہ ہے کہ بموجب تعلیم قرآنِ شریف ہمیں یہ امر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ قرآنِ شریف میں اپنے کرم، رحم، لطف اور مہربانیوں کی صفات بیان کرتا ہے اور رحمان ہونا ظاہر کرتا ہے اور دوسری طرف فرماتا ہے کہ اَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ (النجم:40)'' اور انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔'' اور وَالَّذِیۡنَ جَاہَدُوۡا فِیۡنَا لَنَہۡدِیَنَّہُمۡ سُبُلَنَا۔(العنکبوت:70)'' اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں، مجاہدہ کرتے ہیں، ہم ضرور ان کو اپنے راستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے۔آپؑ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ''فرما کر اپنے فیض کو سعی اور مجاہدہ میں منحصر فرماتا ہے۔'' یعنی یہ کوشش بھی کرو تبھی فیض ملے گا اور مجاہدہ کرو۔فرمایا:''نیز اس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا طرزِ عمل ہمارے واسطے ایک اسوہ حسنہ اور عمدہ نمونہ ہے۔صحابہ کی زندگی میں غور کر کے دیکھو بھلا انہوں نے محض معمولی نمازوں سے ہی وہ مدارج حاصل کر لیے تھے۔نہیں بلکہ انہوں نے تو خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے واسطے اپنی جانوں تک کی پروا نہیں کی اور بھیڑ بکریوں کی طرح خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان ہو گئے۔جب جا کر کہیں ان کو یہ رتبہ حاصل ہوا تھا۔''

صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں محبت الٰہی کو حاصل کرنے کی کوشش کی اور اس کے لیے ہر قربانی کے لیے تیار ہو گئے اور قربانیاں دیں بھی۔پھر ایک رتبہ بھی پایا جس سے اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔

آپؑ فرماتے ہیں:''اکثر لوگ ہم نے ایسے دیکھے ہیں وہ یہی چاہتے ہیں کہ ایک پھونک مار کر ان کو وہ درجات دلا دیے جاویں اور عرش تک ان کی رسائی ہو جاوے۔'' آپؑ نے فرمایا کہ''ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون ہو گا۔وہ افضل البشر، افضل الرسل والانبیاء تھے۔جب انہوں نے ہی پھونک سے وہ کام نہیں کیے تو اور کون ہے جو ایسا کر سکے۔دیکھو آپ نے غارِ حرا میں کیسے کیسے ریاضات کیے۔خدا جانے کتنی مدت تک تضرعات اور گریہ وزاری کیا کیے۔تزکیہ کے لیے کیسی کیسی جانفشانیاں اور سخت سے سخت محنتیں کیا کیے۔جب جا کر کہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے فیضان نازل ہوا۔

اصل بات یہی ہے کہ انسان خدا کی راہ میں جب تک اپنے اوپر ایک موت اور حالتِ فنا وارد نہ کر لے تب تک ادھر سے کوئی پروا نہیں کی جاتی۔البتہ جب خدا دیکھتا ہے کہ انسان نے اپنی طرف سے کمال کوشش کی ہے اور میرے پانے کے واسطے اپنے اوپر موت وارد کر لی ہے تو پھر وہ انسان پر خود ظاہر ہوتا ہے اور اس کو نوازتا اور قدرت نمائی سے بلند کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 205-206،ایڈیشن 1984ء)

پھر ایک جگہ آپؑ فرماتے ہیں کہ''انبیاء کی طبیعت اسی طرح واقع ہوتی ہے کہ وہ شہرت کی خواہش نہیں کیا کرتے۔کسی نبی نے کبھی شہرت کی خواہش نہیں کی۔ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی خلوت اور تنہائی کو ہی پسند کرتے تھے۔آپ عبادت کرنے کے لیے لوگوں سے دور تنہائی کی غار میں جو غارِ حرا تھی چلے جاتے تھے۔یہ غار اس قدر خوفناک تھی کہ کوئی انسان اس میں جانے کی جرأت نہ کر سکتا تھا لیکن آپ نے اس کو اس لیے پسند کیا ہوا تھا کہ وہاں کوئی ڈر کے مارے بھی نہ پہنچے گا۔آپ بالکل تنہائی چاہتے تھے۔شہرت کو ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔مگر خدا تعالیٰ کا حکم ہوا۔یٰۤاَیُّہَا الۡمُدَّثِّرُ۔ قُمۡ فَاَنۡذِرۡ۔(المدثر:3،2)'' کہ اے کمبل اوڑھنے والے کھڑا ہو جا اور لوگوں کو ہوشیار کر۔''اس حکم میں ایک جبر معلوم ہوتا ہے اور اسی لیے جبر سے حکم دیا گیا کہ آپ تنہائی کو جو آپ کو بہت پسند تھی اب چھوڑ دیں۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 44،ایڈیشن 1984ء)

پس جب اللہ تعالیٰ کی محبت انتہا کو پہنچ گئی اور آپؐ کا مجاہدہ بھی انتہا کو پہنچ گیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری شریعت پھیلانے کے لیے دنیا میں بھیج دیا۔

آپؑ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ سے محبت و عشق تو تھا لیکن ایک مجاہدہ بھی تھا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے پھر آپؐ کو بے شمار نوازا اور ہر انسان اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے جب تک سعی نہ کرے، کوشش نہ کرے اللہ تعالیٰ تک پہنچنا مشکل ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی محبت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازوں کی یہ کیفیت تھی کہ مطرف اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا مَیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ نماز پڑھ رہے تھے۔آپؐ کے سینے سے ہنڈیا کے ابلنے کی آواز کی طرح آواز آ رہی تھی۔(سنن النسائی کتاب السھو باب البکاء فی الصلوٰۃ حدیث 1215)

آپؐ اتنی شدت سے رو رہے تھے اور آہ وزاری کر رہے تھے کہ یوں لگ رہا تھا جیسے ہنڈیا میں پانی ابل رہا ہے۔

اسی طرح ایک روایت حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں جو گذشتہ ایک خطبہ میں مَیں ذکر کر چکا ہوں کہ آپؐ اتنی زیادہ عبادت کرتے تھے اور عبادت کے وقت میں کھڑے ہوتے کہ آپؐ کے پاؤں متورّم ہو جاتے۔سوج جاتے۔(صحیح البخاری کتاب التفسیر (تفسیر سورۃ الفتح) باب قولہ لیغفر لك اللہ ما تقدم من ذنبك وما تاخر ......حدیث نمبر 4837)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عبادتوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں۔

یہ تھوڑا سا حصہ میں گذشتہ سے پہلے ایک خطبہ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں جہاں مَیں نے سیرت کو بیان کیا تھا لیکن اس کی کچھ مزید تفصیل بھی ہے وہ بھی بیان کرتا ہوں۔ اس سے آپؐ کے اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کی مزید وضاحت ہو جاتی ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو ضعف کی وجہ سے نماز پڑھانے پر قادر نہ تھے۔ اس لیے آپؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز پڑھانی شروع کی تو آپؐ نے کچھ آرام محسوس کیا اور نماز کے لیے نکلے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ کو نماز پڑھانے کا حکم دینے کے بعد جب آپؐ نے مرض میں خفّت محسوس کی تو آپؐ آدمیوں کے سہارے نماز پڑھنے کے لیے نکلے۔ آپؓ فرماتی ہیں کہ اس وقت میری آنکھوں کے سامنے وہ نظّارہ ہے کہ شدّت درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین سے چھوتے جاتے تھے۔ جب آپؐ مسجد پہنچے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارادہ کیا کہ پیچھے ہٹ جائیں تو رسولِ کریم ﷺ نے ان کے ارادے کو بھانپ لیا اور اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو۔ پھر آپؐ کو وہاں لایا گیا اور آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھ گئے۔ اس کے بعد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھنی شروع کی اور حضرت ابوبکرؓ نے آپؐ کی نماز کے ساتھ ساتھ نماز پڑھنی شروع کی اور باقی لوگ حضرت ابوبکرؓ کی نماز کی اتباع کرنے لگے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو کیسی ہی خطرناک بیماری ہو آپؐ خدا تعالیٰ کی یاد کو نہ بھلاتے۔ عام طور پر لوگوں کو دیکھا گیا ہے ذرا تکلیف ہوئی اور سب عبادتیں بھول گئیں۔ نماز باجماعت اور دوسری شرائط کی ادائیگی میں تو اکثر کوتاہی ہو جاتی ہے لیکن آپؐ کا یہ حال تھا کہ معمولی بیماری تو الگ رہی اس مرض میں جس میں آپؐ فوت ہو گئے اور جس کی شدّت کا یہ حال تھا کہ آپؐ کو بار بار غش آ جاتے تھے اور اٹھنے سے قاصر تھے لیکن جب نماز شروع ہو گئی تو آپؐ برداشت نہ کر سکے کہ خاموش گھر میں بیٹھے رہیں۔ اسی وقت دو آدمیوں کے کندھے پر سہارا لے کر باوجود اس کمزوری کے کہ قدم لڑکھڑاتے جاتے تھے نماز باجماعت کے لیے مسجد میں تشریف لے آئے۔ بے شک ظاہراً یہ بات معمولی معلوم ہوتی ہے لیکن ذرا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حالت کو دیکھو جس میں آپؐ مبتلا تھے۔ پھر اس ذکر الٰہی کے شوق کو دیکھو کہ جس کے ماتحت آپؐ نماز کے لیے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر تشریف لائے تو معلوم ہو گا کہ یہ واقعہ کوئی معمولی واقعہ نہ تھا بلکہ آپؐ کے دل میں ذکر الٰہی کا جو شوق تھا اس کے اظہار کا ایک آئینہ ہے۔ ہر ایک صاحبِ بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ ذکرِ الٰہی آپؐ کی غذا تھی اور اس کے بغیر آپؐ اپنی زندگی میں کوئی لطف نہ پاتے تھے۔ اسی کی طرف آپؐ نے اشارہ فرمایا ہے کہ جن چیزوں سے مجھے محبت ہے ان میں سے ایک قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ۔ یعنی نماز میں میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

شریعت کے لحاظ سے آپؐ کا باجماعت نماز پڑھنا یا مسجد میں آنا کوئی ضروری امر نہ تھا کیونکہ بیماری میں شریعتِ اسلام کسی کو ان شرائط کے پورا کرنے پر مجبور نہیں کرتی۔ بیماری ہو تو گھر میں نماز پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ عشق کی شریعت تھی۔ ایک وہ شریعت کا حکم تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت پر جو عمل تھا وہ عشق کی شریعت تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اظہار تھا۔ وہ تو شریعت کے احکام تھے لیکن یہ عشق کی شریعت تھی یہ عشق کی باتیں تھیں۔ یہ محبت کے احکام تھے جو اس سے بڑھ کر تھے۔ اس میں عشق اور محبت ٹپک رہی تھی۔

بے شک شریعت آپؐ کو اجازت دیتی تھی کہ آپؐ گھر میں ہی نماز ادا فرماتے لیکن آپؐ کو ذکر الٰہی سے جو محبت تھی وہ مجبور کرتی تھی کہ خواہ کچھ بھی ہو آپؐ ہر ایک تکلیف برداشت کر کے تمام شرائط کے ساتھ ذکر الٰہی کریں اور اپنے پیارے کو یاد کریں۔

جب اس تکلیف کی حالت میں آپ کو ذکر الٰہی سے یہ وابستگی تھی تو صحت کی حالت میں قیاس کیا جا سکتا ہے۔ آدمی سوچ سکتا ہے کہ آپؐ کس جوش کے ساتھ اپنے پیارے کے ذکر میں مشغول رہتے ہوں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے ایسا تعلق تھا کہ خدا تعالیٰ کا ذکر آتے ہی آپؐ کے اندر ایک جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ آپؐ کو خدا تعالیٰ سے ایسی محبت تھی کہ تندرستی اور بیماری میں خدا تعالیٰ کا ذکر ہی آپؐ کی غذا تھا اور یہی بات آپؐ اپنی امت اور اپنے لوگوں میں پیدا کرنا چاہتے تھے کہ ان کو بھی اس چیز کی عادت پڑے۔

جیسا کہ پہلے خطبہ میں مَیں نے آپؐ کی سیرت کو بیان کیا تھا۔ جو مختصر حدیث بیان کی تھی اس میں کچھ تفصیلیں ایسی ہیں جو بعض دوبارہ بیان کرنے والی ہیں۔ اس لیے بیان کرتا ہوں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ بنی عمرو بن عوف میں گئے تا کہ ان میں صلح کروائیں۔ ان میں کوئی لڑائی جھگڑے کا معاملہ تھا آپؐ صلح کروانے گئے۔ وہاں ان کا کوئی جھگڑا تھا۔ اس دوران نماز کا وقت آ گیا اور مسجد نبوی میں مؤذن نے اذان دی اور پھر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ کیا آپؓ لوگوں کو نماز پڑھائیں گے مَیں اقامت کہہ دوں۔ آپؓ نے جواب دیا کہ ہاں۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نماز کے لیے کھڑے ہوئے۔ اتنے میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ لوگ نماز پڑھ رہے تھے۔ آپؐ اس دوران ایک رستے سے گزر کے آگے چلے گئے اور پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے۔ جب آپؐ کی آمد کی اطلاع ہوئی تو لوگ تالیاں پیٹنے لگے تا کہ حضرت ابوبکرؓ کو معلوم ہو جائے لیکن حضرت ابوبکرؓ نماز میں کسی دوسری طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ ایک عجیب شغف تھا نماز کی طرف۔ عبادت میں اَور توجہ نہیں ہوتی تھی۔ جب تالیاں پیٹنا طول پکڑ گیا تو پھر حضرت ابوبکرؓ متوجہ ہوئے اور معلوم کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپؓ کی طرف اشارہ فرمایا کہ اپنی جگہ ٹھہرے رہو۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور اس عزّت افزائی پر خدا تعالیٰ کا شکر اور حمد ادا کی۔ پھر آپؓ پیچھے ہٹ گئے اور صف میں مل گئے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد فرمایا کہ اے ابوبکر! جب مَیں نے حکم دیا تھا پھر تمہیں کون سی چیز مانع تھی نماز پڑھانے میں؟ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ جیسا کہ پہلے بھی میں بیان کر چکا ہوں کہ ابن ابی قحافہ کی کیا حیثیت تھی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے کھڑا ہو کر نماز پڑھاتا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ مَیں نے دیکھا ہے کہ تم لوگوں نے اس قدر تالیاں پیٹی ہیں۔ نماز میں اگر کوئی حادثہ پیش آئے تو چاہیے کہ سبحان اللہ کہے کیونکہ جب وہ سبحان اللہ کہے گا تو خود ہی اس کی طرف توجہ ہو گی اور تالیاں پیٹنا تو عورتوں کا کام ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے اگرچہ اَور بہت سے سبق ملتے ہیں لیکن اس جگہ مجھے صرف ایک امر کی طرف متوجہ کرنا ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام عمر کوشش یہی تھی کہ جس جس طرح سے ہو سکے لوگوں کی زبان پر خدا کا نام جاری کیا جائے۔

خود تو جس طرح آپؐ ذکر میں مشغول رہتے اس کا حال تو بیان ہو چکا ہے مگر اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ ہر ایک کی زبان پر یہی الفاظ دیکھنا چاہتے تھے۔

اب ہمیں دیکھنا چاہیے، ہم اپنا جائزہ لیں کہ کیا ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کا خیال دل میں ہر وقت رہتا ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت سے چاہتے تھے؟ کیا ہمارے دل میں اتنا درد ہے یا ہم صرف اپنے دنیاوی مقاصد کے لیے ہی نمازوں کی طرف اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف توجہ کرتے ہیں اور عام حالات میں بھول جاتے ہیں؟

پھر آپؓ لکھتے ہیں کہ بہت سے واقعات ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ چاہتے تھے کہ خدا تعالیٰ کا ذکر زیادہ کیا جائے۔ چنانچہ چھینک پر، کھانا شروع کرتے وقت، پھر ختم ہونے کے بعد، سوتے وقت، جاگتے وقت، نمازوں کے بعد، کوئی بڑا کام کرتے وقت، وضو کرتے وقت غرضیکہ اکثر اعمال میں آپؐ نے خدا تعالیٰ کے ذکر کی طرف لوگوں کو متوجہ کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نہ صرف خود ہی ذکر الٰہی میں مشغول رہتے تھے بلکہ دوسروں سے بھی چاہتے تھے کہ وہ بھی یاد الٰہی میں مشغول رہیں جو کہ آپؐ کے کمال محبت پر دالّ ہے۔ اس پر دلیل ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے لکھا ہے کہ میں نے بہت سے آدمیوں کو دیکھا ہے کہ ذرا عبادت کی اور مغرور ہو گئے۔ چند دن کی نمازوں یا عبادتوں کے بعد وہ اپنے آپ کو فرعون بے سامان یا فخر اولیاء سمجھنے لگتے ہیں اور دنیا و مافیہا ان کی نظروں میں حقیر ہو جاتی ہے۔ بڑے سے بڑے آدمی کی حقیقت کچھ نہیں جانتے بلکہ انسان کا تو کیا کہنا، خدا تعالیٰ پر بھی اپنا احسان جتاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو عبادت ہم نے کی ہے گویا خدا تعالیٰ پر احسان کیا ہے اور وہ ہمارا ممنون ہے نعوذ باللہ کہ ہم نے اس کی عبادت کی ہے ورنہ عبادت نہ کرتے تو وہ کیا کر لیتا۔ جو لوگ اس طرز کے نہیں ہوتے، جو اس حد تک نہیں بھی پہنچتے ان میں سے بھی اکثر ایسے دیکھے گئے ہیں جو اس حد تک نہیں پہنچتے کہ ایسی بات کریں کہ خدا ہمارے لیے کیا کر رہا ہے لیکن جو ایسے نہیں بھی ہوتے ان میں بھی اکثر دیکھا گیا ہے کہ عبادت کر کے کچھ تکبر ضرور آ جاتا ہے اور بہت کم ہیں جو عبادت کے بعد بھی اپنی عاجزانہ حالت پر قائم رہیں۔ یہی نیکوں کا گروہ ہے جو عاجزانہ طور پر قائم رہتے ہیں اپنی عبادت پر۔ یہی نیکوں کا گروہ ہے جو عاجزی سے رہتے ہیں، ہمیشہ عبادت کر کے بھی چھپاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کو بھی چھپاتے ہیں اور اسے بھی اللہ کا احسان سمجھتے ہیں کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم عبادت کرنے والے ہوں۔ یہی اصل میں نیک لوگوں کا گروہ ہے۔

لوگ پوچھتے ہیں کہ نیکیاں کیا ہیں؟ آجکل کے بچے بھی اور نوجوان بھی اکثر سوال کرتے ہیں کہ کس طرح پتہ لگے کہ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اسی طرح راضی ہوتا ہے کہ نیکیاں کرو اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے کرو۔ انسان اپنا جائزہ خود لے سکتا ہے۔ کسی باہر کے آدمی کو جج بنانے کی ضرورت نہیں۔ انسان خود سمجھ سکتا ہے کہ جو نیکیاں وہ کر رہا ہے اگر وہ خدا تعالیٰ کے لیے کر رہا ہے پھر اللہ تعالیٰ کو یقیناً پسند ہیں۔

آپؓ نے لکھا ہے کہ پھر سمجھ سکتے ہو کہ نیکوں کے سردار اور نبیوں کے سر برآوردہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہو گا۔ آپ تو کُل خوبیوں کے جامع اور کُل نیکیوں کے سرچشمہ تھے۔ عبادت کسی تکبر یا بڑائی کے لیے کرنا تو الگ رہا جس قدر خدا تعالیٰ کی بندگی بجالاتے اتنی ہی اس کی آتش شوق تیز تر ہوتی۔ آپؐ بجائے عبادت پر خدا تعالیٰ کو اپنا ممنون احسان بنانے کے خود شرمندہ احسان ہوتے تھے کہ الٰہی! اس قدر توفیق جو عبادت کی ملتی ہے تو تیرے ہی فضل سے ملتی ہے۔ آپؐ کی عبادت ایک تسلسل کا رنگ رکھتی تھی۔ کچھ حصہ وقت جب عبادت میں گزارتے تو خیال کرتے کہ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اس نے اس کام کی توفیق بخشی اور اس احسان کا شکر بجالانا ضروری ہے۔ اسی جذبہ ادائیگی کے شکر سے بے اختیار ہو کر کچھ اَور عبادت کرتے اور پھر اسے بھی خدا تعالیٰ کا ایک احسان سمجھتے کہ شکر بجا

لانا بھی ہر ایک کا کام نہیں جب تک خدا تعالیٰ کا احسان نہ ہو۔ یعنی شکر کی توفیق جو ملی ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ کے احسان کی وجہ سے ملی ہے۔ پھر اور بھی زیادہ شوق کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔ پھر آپؐ اپنے ربّ کی عبادت میں مشغول ہو جاتے ہیں اور یہ راز و نیاز کا سلسلہ ایسا وسیع ہوتا کہ بار ہا عبادت کرتے کرتے آپ کے پاؤں سوج جاتے۔ صحابہؓ عرض کرتے یا رسول اللہؐ! اس قدر عبادت کی آپؐ کو کیا حاجت ہے آپؐ کے تو گناہ معاف ہو چکے؟ اس کا جواب آپؐ یہی دیتے کہ پھر کیا میں شکر نہ کروں۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے ہوا کرتے تھے تو اتنی دیر تک کھڑے رہتے۔ پہلے یہ حدیث بیان ہو چکی ہے کہ آپؐ کے قدم یا پنڈلیاں سوج جاتیں۔ لوگ جب آپؐ کو کہتے کہ آپؐ ایسا کیوں کرتے ہیں تو آپؐ جواب دیتے کہ کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ اللہ اللہ! کیا عشق ہے، کیا محبت ہے، کیا پیار ہے۔ خدا تعالیٰ کی یاد میں کھڑے ہوتے ہیں اور اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا۔

خون کا دوران نیچے کی طرف شروع ہو جاتا ہے اور آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے ہیں لیکن محبت اس طرف خیال ہی نہیں جانے دیتی۔ آس پاس کے لوگ دیکھ کر حیران ہو جاتے ہیں کہ یہ کیا کرتے ہیں۔ اردگرد کے لوگ آپؐ کے درد سے تکلیف محسوس کر رہے ہوتے ہیں۔ آپؐ کو اس طرف متوجہ کرتے ہیں کہ آپؐ یہ کیا کرتے ہیں کیوں اپنے آپ کو اس تکلیف میں ڈالتے ہیں اور اس قدر دکھ اٹھاتے ہیں آخر کچھ تو اپنی صحت اور اپنے آرام کا بھی خیال کرنا چاہیے مگر وہ دکھ جو لوگوں کو بے چین کر دیتا ہے اور جس سے دیکھنے والے متاثر ہو جاتے ہیں آپؐ پر کچھ اثر نہیں کرتا۔ عبادات میں کچھ سستی کرنے اور آئندہ اس قدر لمبا عرصہ اپنے ربّ کی یاد میں کھڑا رہنا ترک کرنے کی بجائے آپؐ ان کی اس بات کو ناپسند کرتے ہیں اور انہیں جواب دیتے ہیں کہ کیا میں خدا کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ وہ مجھ پر اس قدر احسان کرتا ہے، اس قدر فضل کرتا ہے، اس شفقت کے ساتھ مجھ سے پیش آتا ہے تو پھر کیا اس کے اس حسن سلوک کے بدلے میں اس کے نام کا ورد نہ کروں، اس کی بندگی میں کوتاہی شروع کر دوں۔

کیا اخلاص سے بھرا اور کیسی شکر گزاری ظاہر کرنے والا یہ جواب ہے اور کس طرح آپؐ کے قلب مطہر کے جذبات کو کھول کر پیش کر دیتا ہے۔ خدا کی یاد اور اس کے ذکر کی یہ تڑپ اَور کسی کے دل میں ہے؟ کیا کوئی اَور اس کا نمونہ پیش کر سکتا ہے؟ کیا کسی اَور قوم کا بزرگ آپؐ کے اس اخلاص کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ لیکن دیکھیں جہاں آپؐ یہ خود کرتے تھے وہاں اپنی امت سے بھی توقع رکھتے تھے کہ وہ بھی ایسا ہی کرے۔

پھر حضرت مصلح موعودؓ نے اس تسلسل میں فرمایا کہ آپؐ کس طرح اپنے کاموں میں مشغول رہتے تھے۔ یہ نہیں کہ صرف عبادت کر لی اور باقی کام ختم ہو گئے۔ اور یہی نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت عبادت کے لیے اٹھ کر کھڑے ہو جاتے اور دن بھر سوئے رہتے تھے کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو پھر اس شوق اور تڑپ کا پتہ نہ لگتا جو اس صورت میں ہے کہ دن بھر بھی آپؐ خدا تعالیٰ کے نام کی اشاعت اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کو رواج دینے کی کوشش میں لگے رہتے۔ خود پانچ وقت میں امام ہو کر نماز پڑھاتے تھے۔ دور دور کے جو وفود اور سفراء آتے تھے ان کے ساتھ خود ہی ملاقات کرتے اور ان کے مطالبات کا جواب دیتے۔ جنگوں کی کمان بھی خود ہی کرتے۔ صحابہؓ کو قرآن شریف کی تعلیم بھی دیتے۔ جج بھی خود تھے۔ تمام دن جس قدر جھگڑے لوگوں میں ہوتے ان کا فیصلہ کرتے۔ اموال کا انتظام، بیت المال کا انتظام، ملک کا انتظام، دینِ اسلام کا اجراء، بیویوں کے حقوق کا ایفاء، پھر گھر کے کام کاج میں شریک ہونا یہ سب کام آپؐ دن کے وقت کرتے اور ان کے بجالانے کے بعد بجائے اس کے کہ چُور ہو کر بستر پر جا پڑیں اور سورج کے نکلنے تک اس سے سر نہ اٹھائیں بار بار اٹھ کر بیٹھ جاتے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے، تحمید کرتے اور نصف رات کے گزرنے پر اٹھ کر وضو کرتے اور تن تنہا جب چاروں طرف خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا ہوتا اپنے ربّ کے حضور میں نہایت عجز و نیاز سے کھڑے ہو جاتے اور تلاوت قرآن شریف کرتے اور اتنی اتنی دیر تک کھڑے رہتے کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے حتٰی کہ عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں بھی آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا تو اس قدر تکلیف ہوئی کہ قریب تھا کہ میں نماز توڑ کر بھاگ جاتا کیونکہ میرے قدم اب زیادہ بوجھ برداشت نہیں کر سکتے تھے اور میری طاقت سے باہر تھا کہ زیادہ دیر کھڑا رہ سکوں۔ یہ بیان اس شخص کا ہے جو نوجوان اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں کہیں کم تھا جس سے سمجھ میں آ سکتا ہے کہ آپؐ کی ہمت اور جذبہ محبت ایسا تیز تھا کہ باوجود پیری کے یعنی بڑھاپے کے اور دن بھر کام میں مشغول رہنے کے آپؐ عبادت میں اتنی اتنی دیر کھڑے رہتے کہ جوان اور پھر مضبوط جوان بھی جن کے کام آپؐ کے کاموں کے مقابلے میں پاسنگ بھی نہ تھے آپؐ کے ساتھ کھڑے نہ رہ سکے اور تھک کر رہ جاتے۔ یہ عبادت کیوں تھی کس وجہ سے تھی؟ آپؐ یہ مشقّت برداشت کرتے تھے۔ کس وجہ سے آپؐ یہ مشقّت برداشت کرتے تھے صرف اس لیے کہ آپؐ ایک شکر گزار بندے تھے اور آپ کا دل خدا تعالیٰ کے احسانات کو دیکھ کر ہر وقت اس کا ذکر کرنے کی طرف مائل رہتا تھا۔ (ماخوذ از سیرۃ النبی ﷺ از حضرت مصلح موعودؓ جلد 1 صفحہ 131 تا 140) اللہ تعالیٰ سے ایک محبت تھی آپ کو۔

ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن کی روایت ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز رمضان میں کیسی ہوتی تھی؟ اب بھی ایک مہینے تک رمضان آ رہا ہے۔ رمضان میں تو ہم عبادتیں کرتے ہی ہیں ہمیں پہلے بھی کرنی چاہئیں۔ بہرحال حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ رمضان میں اور نہ اس کے سوا اَور کسی مہینہ میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ بڑھاتے تھے۔ نماز کیسی ہوتی تھی؟ آپؓ نے فرمایا: آپؐ جو نفل ادا کرتے تھے وہ گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں ہوتے تھے۔ چار رکعتیں پڑھتے اور تم ان کی خوبصورتی اور لمبائی کے بارے میں نہ پوچھو۔ کتنی خوبصورت اور لمبی نمازیں ہوتی تھیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار رکعتیں نماز پڑھتے اور تم ان کی خوبصورتی اور لمبائی کے بارے میں نہ پوچھو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعتیں نماز پڑھتے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! آپؐ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں یعنی چار رکعتیں پڑھ کے پھر تھوڑا سا آرام کرتے ہیں پھر وتر پڑھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔ (صحیح البخاری کتاب المناقب باب کان النبی ﷺ تنام عینہ ولا ینام قلبہ، حدیث نمبر 3569) وہ تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں جاگ رہا ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر آپؐ کے الٰہی قرب کی نسبت فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ”ایک اَور مقام میں اس کے الٰہی قرب کی نسبت یوں فرمایا قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ (الانعام: 163)“ تُو ان سے کہہ دے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔” یعنی لوگوں کو اطلاع دے دے کہ میری یہ حالت ہے کہ میں اپنے وجود سے بالکل کھویا گیا ہوں۔ میری تمام عبادتیں خدا کے لیے ہوگئی ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ہر یک انسان جب تک وہ کامل نہیں خدا کے لئے خالص طور پر عبادت نہیں کر سکتا بلکہ کچھ عبادت اس کی خدا کے لئے ہوتی ہے اور کچھ اپنے نفس کے لئے کیونکہ وہ اپنے نفس کی عظمت اور بزرگی چاہتا ہے جیسا کہ خدا کی عظمت اور بزرگی کرنی چاہیے اور یہی عبادت کی حقیقت ہے اور ایسا ہی ایک حصہ اس کی عبادت کا مخلوق کے لئے ہوتا ہے کیونکہ جس عظمت اور بزرگی اور قدرت اور تصرف کو خدا سے مخصوص کرنا چاہیے اس عظمت اور قدرت کا حصہ مخلوق کو بھی دیتا ہے۔ اس لئے جیسا کہ وہ خدا کی پرستش کرتا ہے نفس اور مخلوق کی بھی پرستش کرتا ہے بلکہ عام طور پر جمیع اسباب سفلیہ کو اپنی پرستش سے حصہ دیتا ہے۔” دنیا کے جو گھٹیا اسباب ہیں ان کو بھی حصہ دیتا ہے ”کیونکہ خدا کے ارادہ اور تقدیر کے مقابل پر ان اسباب کو بھی کارخانہ محو اور اثبات میں دخیل سمجھتا ہے۔ پس ایسا انسان خدا تعالیٰ کا سچا پرستار نہیں ٹھہر سکتا جو کبھی خدا کی عظمت کا اپنے نفس کو شریک ٹھہراتا ہے اور کبھی مخلوق اور کبھی اسباب کو بلکہ سچا پرستار وہ ہے جو خدا کی تمام عظمتیں اور تمام بزرگیاں اور تمام تصرف خدا کو ہی دیتا ہے نہ کسی اَور کو۔ اور جب اس مرتبہ توحید پر انسان کی پرستش پہنچ جائے تب اس وقت وہ حقیقی طور پر خدا کا پرستار کہلا سکتا ہے اور ایسا انسان جیسا کہ زبان سے کہتا ہے کہ خدا واحد لاشریک ہے” لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ پڑھتا ہے اور ”ایسا ہی وہ اپنے فعل سے یعنی اپنی عبادت سے بھی خدا کی توحید پر گواہی دیتا ہے۔ پس اسی مرتبہ کاملہ کی طرف اشارہ ہے جو آیت مذکورہ بالا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا گیا کہ تُو لوگوں کو کہہ دے کہ میری تمام عبادتیں خدا کے لئے ہیں یعنی نفس کو اور مخلوق کو اور اسباب کو میری عبادت میں سے کوئی حصہ نہیں۔ اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ میری قربانی بھی خاص خدا کے لئے ہے اور میرا جینا بھی خدا کے لئے اور میرا مرنا بھی خدا کے لئے۔ یاد رہے کہ نَسِیْکَہ لغت عرب میں قربانی کو کہتے ہیں اور لفظ نُسُك جو آیت میں موجود ہے اس کی جمع ہے اور نیز دوسرے معنی اس کے عبادت کے بھی ہیں۔ پس اس جگہ ایسا لفظ استعمال کیا گیا جس کے معنے عبادت اور قربانی دونوں پر اطلاق پاتے ہیں۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کامل عبادت جس میں نفس اور مخلوق اور اسباب شریک نہیں ہیں درحقیقت ایک قربانی ہے اور کامل قربانی درحقیقت کامل عبادت ہے اور پھر بعد اس کے جو فرمایا کہ میرا جینا بھی خدا کے لئے ہے اور میرا مرنا بھی خدا کے لئے۔ یہ آخری فقرہ قربانی کے لفظ کی تشریح ہے تا کوئی اس وہم میں نہ پڑے کہ قربانی سے مراد بکرے کی قربانی یا گائے کی قربانی یا اونٹ کی قربانی ہے اور تا اس لفظ سے کہ میرا جینا اور میرا مرنا خاص خدا کے لئے ہے صاف طور پر سمجھا جائے کہ اس قربانی سے مراد روح کی قربانی ہے اور قربانی کا لفظ قرب سے لیا گیا ہے اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا کا قرب تب حاصل ہوتا ہے کہ جب تمام نفسانی قویٰ اور نفسانی جنبشوں پر موت آ جائے۔ غرض یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب تام پر ایک بڑی دلیل ہے۔” آپؐ کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک انتہا کا کامل طور پر قرب ہے ”اور یہ آیت بتلا رہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خدا میں گم اور محو ہو گئے تھے کہ آپ کی زندگی کے تمام انفاس اور آپ کی موت محض خدا کے لئے ہو گئی تھی اور آپ کے وجود میں نفس اور مخلوق اور اسباب کا کچھ حصہ باقی نہیں رہا تھا اور آپ کی روح خدا کے آستانہ پر ایسے اخلاص سے گری تھی کہ اس میں غیر کی ایک ذرّہ آمیزش نہیں رہی تھی۔”

(عصمتِ انبیاء علیہم السلام۔ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 664-666)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اَور جگہ فرماتے ہیں:

”خدا تعالیٰ نے اگرچہ بعض اشیاء جائز تو کر دی ہیں مگر اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ عمر ہی اس میں بسر کی جاوے۔ خدا تعالیٰ تو اپنے بندوں کی صفت میں فرماتا ہے۔ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّہِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا۔ (الفرقان: 65)“ اور وہ لوگ جو اپنے ربّ کے لیے راتیں سجدوں میں اور کھڑے ہو کر گزار دیتے ہیں ”کہ وہ

اپنے ربّ کے لیے تمام رات سجدہ اور قیام میں گذارتے ہیں۔اب دیکھو رات دن بیویوں میں غرق رہنے والا خدا تعالیٰ کے منشاء کے موافق رات کیسے عبادت میں کاٹ سکتا ہے۔وہ بیویاں کیا کرتا ہے گویا خدا کے لیے شریک پیدا کرتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نو بیویاں تھیں اور باوجود ان کے‘‘ پھر بھی ’’آپؐ ساری ساری رات خدا تعالیٰ کی عبادت میں گذارتے تھے۔ایک رات آپؐ کی باری عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی۔کچھ حصہ رات کا گذر گیا تو عائشہ کی آنکھ کھلی۔دیکھا کہ آپ موجود نہیں۔اسے شبہ ہوا کہ شاید آپ کسی اور بیوی کے ہاں ہوں گے۔اس نے اٹھ کر ہر ایک گھر میں تلاش کیا مگر آپ نہ ملے۔آخر دیکھا کہ آپ قبرستان میں ہیں اور سجدہ میں رو رہے ہیں۔اب دیکھو کہ آپ زندہ اور چاہتی بیوی کو چھوڑ کر مردوں کی جگہ قبرستان میں گئے اور روتے رہے تو کیا آپ کی بیویاں حظ نفس یا اتباعِ شہوت کی بناء پر ہو سکتی ہیں؟‘‘ اعتراض کرتے ہیں جو آپ پر اعتراض کرنے والے۔’’غرضکہ خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ کا اصل منشاء یہ ہے کہ تم پر شہوات غالب نہ آویں اور تقویٰ کی تکمیل کے لیے اگر ضرورت حقہ پیش آوے تو اور بیوی کر لو۔‘‘ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 66، ایڈیشن 1984ء)

یہ عام نصیحت بھی آپؑ نے جماعت کے افراد کو فرمائی کہ تقویٰ کے پیش نظر اگر بیویاں کرنی ہیں تو کرو لیکن یہ نہیں ہے کہ ذاتی خواہشات اور شہوات کی خاطر شادیاں کی جائیں یا زیادہ بیویاں کی جائیں۔آجکل اس کی شکایتیں بھی آتی ہیں۔اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ضرورت جائز ہونی چاہیے۔اس لیے اسلام پر یہ اعتراض ہوتا ہے۔اسلام میں جو ناجائز طور پر شادیاں کرتے ہیں تو انہی کی وجہ سے وہ اعتراض ہوتا ہے کہ اسلام میں شادیوں کی اجازت ہے لیکن مسلمانوں کو بھی اور اعتراض کرنے والوں کو بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس کے لیے بھی کچھ شرائط ہیں اور ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے بھی یہ حدیث خطبہ میں بیان کر چکا ہوں کہ دنیاوی چیزوں میں سے مجھے بیوی اور خوشبو پسند ہے لیکن سب سے زیادہ جو چیز مجھے پسند ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے وہ نماز ہے۔

(سنن النسائی، کتاب عشرۃ النساء، باب حب النساء حدیث نمبر 3391)

کیونکہ اس کی ایک تفصیلی وضاحت حضرت مصلح موعود کی طرف سے ملی ہے اس لیے مَیں نے یہ دوبارہ رکھا ہے۔آپؓ نے اس کی وضاحت کی ہے کہ

’’قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ کہ نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے یہ بھی خاص امتیاز ہے جو اسلام کو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حاصل ہے۔

دنیا میں کوئی قوم نہیں جس میں نماز کی طرح عبادت میں باقاعدگی رکھی گئی ہو۔پچھلے تمام مذاہب ظاہری حرکات پر زور دیتے رہے یا ان میں عبادت کے اوقات اتنے فاصلہ پر رکھے گئے ہیں کہ روحانیت کمزور ہو جاتی ہے مگر صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس کے ماننے والوں کو ایک دن میں پانچ وقت عبادت کے لیے بلایا جاتا ہے اور کوئی مذہب ایسا نہیں ہے۔‘‘ اب یہ لوگوں کو سوچنا چاہیے کہ پانچ وقت نمازیں فرض کی گئی ہیں تو ان کا ادا کرنا بھی ضروری ہے تا کہ روحانیت بھی قائم رہے۔صرف دنیاداری میں نہ پڑے رہیں۔آپؓ نے لکھا کہ’’ عیسائی اور ہندو ہفتہ میں ایک بار عبادت کے لیے جاتے ہیں ممکن ہے ان میں سے بعض لوگ رات دن عبادت کرتے ہوں مگر یہ اجتماعی عبادت کا ذکر ہے۔ایک دن میں کئی بار عبادت کرنے کا حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی دیا ہے۔پھر صلوٰۃ کے معنی دعا کے بھی ہیں اور اس طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا پر زور دیا ہے۔دوسرے مذاہب کی عبادتوں میں ظاہری باتوں پر زور دیا گیا ہے اور ان کے ذریعہ عبادت میں لذّت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے مثلاً آریوں اور عیسائیوں میں گانا بجانا ہوتا ہے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے ایسی عبادت عطا ہوئی ہے کہ اسی میں لذّت ہے اور ایسی لذّت ہے جس کا کوئی مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔‘‘

(سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم از حضرت مصلح موعودؓ جلد 2 صفحہ 263)

پس گانا بجانا نہیں بلکہ خاموشی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی تحمید و تقدیس بیان کرنا اور اللہ تعالیٰ کی ثناء کرنا اور پھر گریہ و زاری کرنا یہ چیزیں ایسی ہیں اور ایسی عبادت ہے جس کا مزہ ہے اور اس سے پھر اللہ تعالیٰ کی محبت بھی بڑھتی ہے۔

پس ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے نمازوں اور عبادت کے لیے یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تب ہی ہم حقیقی طور پر مسلمان کہلا سکتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کو ایک خط لکھتے ہوئے فرمایا۔جس میں آپؑ لکھتے ہیں کہ

’’جو آپ نے اپنے عملی طریق کے لیے دریافت کیا ہے وہ یہی امر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی اتباع کی طرف رغبت کریں۔‘‘ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی اتباع کی طرف رغبت کریں۔

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن اعمال پر نہایت درجہ اپنی محبت ظاہر فرمائی ہے وہ دو ہیں۔ایک نماز اور ایک جہاد۔نماز کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قُرَّۃُ عَیۡنِیۡ فِی الصَّلٰوۃِ یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے اور جہاد کی نسبت فرماتے ہیں کہ میں آرزو رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں۔‘‘ یہ بیان کر کے آپؑ فرماتے ہیں کہ

’’سو اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں۔مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔دینِ متینِ اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلاویں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔یہی جہاد ہے۔جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔‘‘

(مکتوب بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب، مکتوبات احمد جلد سوم صفحہ 9، ایڈیشن 2022ء)

پس ہمارے قلمی اور تبلیغی جہاد میں بھی اسی وقت برکت پڑے گی جب ہم اپنی عبادت کے معیار اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو بھی بڑھائیں گے۔اگر ہم چاہتے ہیں کہ اس جہاد میں حصہ لیں تو پھر اللہ تعالیٰ کی محبت اور دعاؤں کی طرف بھی ہمیں توجہ دینی ہوگی۔اپنی عبادتوں کی طرف بھی ہمیں توجہ دینی ہوگی اور اگر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے یہ کریں گے تو تب ہی ہمارے کاموں میں برکت بھی پڑے گی۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آج بنگلہ دیش کی جماعت کا جلسہ بھی ہو رہا ہے۔وہاں مخالفت بھی کافی ہوتی ہے۔ان کے لیے بھی دعا کریں۔اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ان کا جلسہ بھی بخیر و خوبی اختتام پذیر ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل ۶ رفروری ۲۰۲۶ء صفحہ ۲ تا ۸)

☆......☆......☆

سُلطان البیان حضرت مصلح موعود کا عشق قرآن

حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو پیدا ہوئے۔سالانہ جلسہ ۱۹۰۶ پر سترہ سال کی عمر میں پہلی پبلک تقریر چشمۂ توحید کے مضمون پر کی۔فروری 1910ء میں درس القرآن کا آغاز کیا۔ ۱۴ مارچ ۱۹۱۷ء کو مسند خلافت پر متمکن ہوئے اور نومبر ۱۹۶۵ء کو انتقال فرمایا۔

حضور نے اپنے پچاس سالہ عہد خلافت میں قرآنی مباحث سے متعلق شاندار اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ہزاروں بصیرت افروز تقاریر فرمائیں اور خطبات ارشاد فرمائے جن کا مرکزی نقطہ قرآن مجید ہی تھا۔معرفت کا یہ لازوال اور بیش بہا خزانہ سلسلہ کے اخبارات میں بہت حد تک محفوظ ہے اور کتابی صورت میں بھی منظر عام پر آچکا ہے۔علاوہ ازیں حضور کے قلم مبارک سے قرآن مجید کی بہت سی معرکہ آراء اور ایمان افروز تفاسیر شائع ہوئیں۔مثلاً پہلے پارہ کی نادر تفسیر ’’حقائق القرآن‘‘ ’’درس القرآن‘‘ ’’معارف القرآن‘‘ ’’تفسیر کبیر‘‘ ’’تفسیر صغیر‘‘ پر مشتمل ان میں سے ہر تفسیر مستقل امتیازی شان اور کئی خصوصیات رکھتی ہے خصوصاً تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر جسے علمِ تفسیر کا شاہکار کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

تفسیر کبیر زیادہ تر اُن درسوں یا تفسیری نوٹوں پر مشتمل ہے جو حضور نے قادیان، ڈلہوزی، کوئٹہ اور ربوہ میں دئے۔اس عظیم الشان تفسیر کی ۱۱ گیارہ جلدیں اور مکمل صفحات قریباً ۵۰۰ ہیں اور تفسیر کا پہلا ایڈیشن ۱۳۵۴ صفحات پر محیط ہے۔اس طرح تفسیر کبیر و تفسیر صغیر کے صفحات کی مجموعی تعداد تقریباً ۷۲۶۰ تک جا پہنچتی ہے۔

حضرت سیدنا محمود المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی ذات بابرکات سے مرتبہ کلام اللہ کا اظہار کس شان سے ہوا اور اس لعل تاباں اور مہر درخشاں کی کرنیں کس طرح ہزار ہا پہلوؤں سے افق عالم پر چمکیں؟؟ اس کی تفصیل کیلئے تو ایک دفتر درکار ہے۔

سفینہ چاہئیے اس بحر بیکراں کے لئے

(کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعودؓ صفحہ 23 تا 24)

از مولانا دوست محمد شاہد صاحب مؤرخ احمدیت

ارشاد باری تعالیٰ

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَخۡفٰی عَلَیۡہِ شَیۡءٌ فِی الۡاَرۡضِ وَ لَا فِی السَّمَآءِ ؕ○

﴿سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن:6﴾

ترجمہ: یقیناً اللہ وہ ہے جس پر کوئی چیز زمین میں ہو یا آسمان میں ہو چھپی نہیں رہتی۔

طالبِ دعا: SUJAUDDIN SK صاحب مرحوم، شیخ شمس الدین صاحب مرحوم (KHARAGPUR صوبہ بنگال)

پس منظر پیشگوئی مصلح موعود رضی اللہ عنہ

از سلیق احمد نایک مربی سلسلہ قادیان

اللہ تعالیٰ نے اس پُرفتن دور میں اسلام اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کے اظہار کے لیے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو متعدد عظیم الشان نشانات عطا فرمائے۔ ان نشانات میں ایک نہایت جلیل القدر اور غیر معمولی نشان پیشگوئی مصلح موعود ہے۔ یہ پیشگوئی ایسے وقت میں کی گئی جب اسلام شدید فکری و اعتقادی حملوں کی زد میں تھا اور امتِ مسلمہ کمزوری اور انتشار کا شکار تھی۔ اس پیشگوئی کا پس منظر، اس کی غیر معمولی اہمیت وعظمت، اور یہ کہ اس سے مراد کون عظیم ہستی ہے۔ ان تمام امور کی جامع وضاحت حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی تحریرات میں پوری صراحت کے ساتھ موجود ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کی عظیم الشان تصنیف ''براہینِ احمدیہ'' کے منظرِ عام پر آتے ہی ایک طرف تو عالمِ اسلام میں مسرت اور اطمینان کی لہر دوڑ گئی، کیونکہ یہ کتاب اسلام کی حقانیت کیلئے ایک مضبوط دفاع تھی۔ جبکہ دوسری طرف اسلام کے مخالفین کے حلقوں میں سخت اضطراب اور کھلبلی مچ گئی۔ اس تاریخی کتاب میں حضرت اقدس علیہ السلام نے دنیا کو مخاطب کرتے ہوئے ایک عظیم الشان بشارت کا اعلان فرمایا:

''پس خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صد ہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صد ہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے۔۔۔ اور ہر یک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہوجائے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 597,596 حاشیہ در حاشیہ)

اس بشارت کا اعلان حضرت اقدسؑ نے محض ہندوستان تک محدود نہ رکھا، بلکہ اپنے مکتوبات کے ذریعے ہندوستان سے باہر بھی اس پیغام کو پہنچایا۔ آپؑ نے اپنی استطاعت کے مطابق جہاں تک ممکن ہوا، مخالفینِ اسلام پر اتمامِ حجت قائم فرمائی۔

چنانچہ جب اسلام کی حقانیت اور صداقت کے زندہ و روشن نشانات کا چرچا اطرافِ عالم میں ہونے لگا اور ہر مخالف کو ان نشانات کے مشاہدے کی عام دعوت دی جا رہی تھی، اسی دوران 1885ء میں قادیان کے بعض ساہوکاروں اور دیگر ہندو زعماء کی جانب سے حضرت اقدسؑ کی خدمت میں ایک خط موصول ہوا، جس میں یہ مطالبہ پیش کیا گیا تھا کہ

''جس حالت میں آپ نے لندن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آکر قادیان میں ٹھہرے تو خدائے تعالیٰ اس کو ایسے نشان دربارۂ اثبات حقیقت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں۔ سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں، لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ تر حق دار ہیں...... لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیر و زبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہئیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیشگوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے...... اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر 1885ء سے شمار کیا جاوے گا جس کا اختتام ستمبر 1886ء کے اخیر تک ہو جائے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 92-94)

اس خط کے آخر پر دس ہندو صاحبان کے نام درج ہیں۔ اس خط کے موصول ہونے پر حضرت اقدس علیہ السلام نے جواباً تحریر فرمایا:

''...... صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق۔ بعد ما وجب۔ آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے، مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف و حق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے یہ تمام تر شکر گزاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جل شانہ کی تائید و نصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپ کو دکھلایا جائے گا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پُر انصاف خط کے پڑھنے سے بہت خوش ہوا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 95)

جیسا کہ حضرت اقدسؑ کے اس اشتہار سے واضح ہوتا ہے، آپؑ اُن ہندو صاحبان کے اس خط پر مسرور تھے جس میں اسلام کی صداقت کے حق میں ایک نشان کے ظہور کا مطالبہ کیا گیا تھا۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس مطالبے کو لے کر اُس واحد و لاشریک خدا کی طرف پوری توجہ اور کامل یقین کے ساتھ رجوع فرمایا، جس کی یقینی تائید و نصرت کے وعدوں سے باخبر ہو کر آپؑ نے اس عہد میں اسلام کی حقانیت کا اعلان کیا تھا۔

حضورؑ نے نہایت الحاح، تضرع اور عجز کے ساتھ اس نشان کے لیے دعائیں کیں۔ دعا میں کسی بھی قسم کے خلل سے محفوظ رہنے اور مزید یکسوئی اور انہماک پیدا کرنے کی غرض سے آپؑ نے خلوت اختیار کرنے کا ارادہ فرمایا۔ اسی مقصد کے تحت آپؑ اپنے گھر بار اور عزیز و اقارب سے الگ ہو کر باذن الٰہی ہوشیارپور تشریف لے گئے اور وہاں کامل تبتل، انقطاع اور اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حضور سربسجود ہو کر دعاؤں میں مصروف رہے۔

خدائے رحیم و کریم نے آپؑ کی اس سوز و گداز، تڑپ اور اسلام کی صداقت کے لیے بے قرار اضطراب کو قبول فرمایا اور آپؑ کو تسلی بخشتے ہوئے دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا کیا، نیز ایک عظیم الشان نشان کی بشارت دی۔ اس بشارت کا اعلان کرتے ہوئے حضور علیہ السلام نے اپنے اشتہار مؤرخہ 20 فروری 1886ء میں فرمایا:

''مَیں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اُسی کے موافق جو تُو نے مجھ سے مانگا۔ سو مَیں نے تیری تضرعات کو سُنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے، فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام! خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ مَیں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انھیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا، وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمھارا مہمان آتا ہے اس کا نام عمانوایل اور بشیر بھی ہے، اُس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے، اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا، وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند۔ مظہر الاول و الآخر، مظہر الحق و العلاء كَأَنَّ اللهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 100-102)

اسی اشتہار میں حضور علیہ السلام نے اپنی نسل اور خاندان کے پھلنے اور پھولنے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی اور ہر یک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی، اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے، ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہوگی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلاؤں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی و نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ مَیں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے خدا انھیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندہ کی نسبت شک میں ہو، اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔ فقط''

اس اشتہار کے اگلے ہی ماہ حضور علیہ السلام نے ایک اور اشتہار 22 مارچ 1886ء میں اس پیشگوئی کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ایک اور وعدہ کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''...... ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی 9 برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا خواہ جلد ہو خواہ دیر سے، بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 113)

چنانچہ بموجب وعدہ الٰہی وہ موعود بیٹا پیشگوئی کے ٹھیک تین سال بعد 12 رجنوری 1889ء کو پیدا ہوا اور اس طرح حضرت مسیح موعودؑ کی یہ عظیم الشان پیشگوئی پوری شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

مقام مصلح موعود سابقہ پیشگوئیوں کی روشنی میں

از مکرم عنایت اللہ صاحب منڈاشی ایڈیشنل ناظر اصلاح وارشاد تعلیم القرآن ووقف عارضی قادیان

اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ آئندہ زمانہ میں مبعوث کیے جانے والے نبیوں، رسولوں اور ان کے جانشینوں کے متعلق پہلے سے پیشگوئیوں کے ذریعہ اطلاع دے دیتا ہے۔ ان کی صفات ان کی نشانیاں اور ان کے حالات بتا کر پہلے سے ہی ان کی عظمت کا اظہار فرما دیتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین اور رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا تھا اور جن کے متعلق حدیث قدسی ہے لَوْلَاكَ لَمَا خَلَقْتُ الْأَفْلَاكَ انہیں بھی آپ کی غلامی میں مبعوث کئے جانے والے امام مہدی کی اطلاع دی گئی تھی۔ چنانچہ قرآن مجید میں اس عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۙ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ ۗ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورۃ الجمعہ 3-2)

وہی ہے جس نے امی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے وہ کامل غلبہ والا اور صاحب حکمت ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آیت مذکورہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

”اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ خدا وہ خدا ہے جس نے ایسے وقت میں رسول بھیجا کہ لوگ علم اور حکمت سے بے بہرہ ہو چکے تھے اور علوم حکمیہ دینیہ جن سے تکمیل نفس ہو اور نفوس انسانیہ علمی اور عملی کمال کو پہنچیں بالکل گم ہو گئی تھیں اور لوگ گمراہی میں مبتلا تھے تب ایسے وقت میں خدا تعالیٰ نے اپنا رسول امی بھیجا اور اس رسول نے ان کے نفسوں کو پاک کیا اور علم الکتاب اور حکمت سے ان کو مملو کیا۔۔۔۔ اور پھر فرمایا کہ ایک گروہ اور ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا وہ بھی اول تاریکی اور گمراہی میں ہوں گے اور علم وحکمت اور یقین سے دور ہوں گے تب خدا ان کو بھی صحابہ کے رنگ میں لائے گا یعنی جو کچھ صحابہ نے دیکھا وہ ان کو بھی دکھایا جائے گا یہاں تک کہ ان کا صدق اور یقین بھی صحابہ کے صدق اور یقین کی مانند ہو جائے گا۔ فرمایا اور حدیث صحیح میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایت کی تفسیر کے وقت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا ”لو کان الایمان معلقاً بالثریالنا لہ رجل من فارس“۔ یعنی اگر ایمان ثریا پر یعنی آسمان پر بھی اٹھ گیا ہوگا تب بھی ایک آدمی فارسی الاصل اس کو واپس لائے گا یہ اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ ایک شخص آخری زمانہ میں فارسی الاصل پیدا ہوگا اس زمانہ میں جس کی نسبت لکھا گیا ہے کہ قرآن آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی وہ زمانہ ہے جو مسیح موعود کا زمانہ ہے اور یہ فارسی الاصل وہی ہے جس کا نام مسیح موعود ہے

(ایام الصلح روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 305و306)

کتاب حقیقت الوحی میں فرمایا:۔ وآخرین منھم لما یلحقو بھم یعنی امت محمدیہ میں سے ایک اور فرقہ بھی ہے جو بعد میں آخری زمانہ میں آنے والے ہیں اور حدیث صحیح میں ہے کہ اس ایت کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت پر مارا اور فرمایا:۔

”لو کان الایمان معلقاً بالثریالنا لہ رجل من فارس“

اور یہ میری نسبت پیشگوئی تھی جیسا کہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں اس پیش گوئی کی تصدیق کے لیے وہی حدیث بطور وحی میرے پر نازل کی اور وحی کی رو سے مجھ سے پہلے اس کا کوئی مصداق معیّن نہ تھا اور خدا کی وحی نے مجھے معین کر دیا فالحمدللہ (حقیقت الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 407 حاشیہ) مسلم شریف کی کتاب فضائل الصحابہ کے باب رجل فارس میں درج حدیث مذکور میں لفظ رجل کی جگہ رجال بیان ہوا ہے جو اس طرف اشارہ ہے کہ سورہ جمعہ کی آیت وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں امت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں مبعوث ہونے والے جس عظیم وجود یعنی امام مہدی مسیح موعود علیہ السلام کی خبر دی گئی ہے ان کے بعد ان کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے ان کی جماعت اور نسل میں سے اور بھی عظیم وجود اللہ تعالیٰ پیدا فرمائے گا جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ سلسلہ کو تمام عالم میں پھیلا کر اسے غلبہ عطا فرمائے گا چنانچہ حدیث کی کتاب مشکوۃ میں درج حدیث جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ینزل عیسیٰ بن مریم الی الارض یتزوج ویولد لہ (مشکوٰۃ مجتبائی صفحہ 480 باب نزول عیسی علیہ السلام) حضرت عیسی علیہ السلام دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی حدیث مذکور کی تشریح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: قد اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان المسیح الموعود یتزوج ویولد لہ ففی ھذا اشارۃ الی ان اللہ یعطیہ ولدا صالحا یشابہ اباہ ولا یاباہ ویکون من عباداللہ المکرمین (آئینہ کمالات اسلام صفحہ 528) ترجمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہوگی اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہوگا نہ کہ مخالف اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہوگا۔ ایک اور مقام پر کتاب مشکوٰۃ میں مذکور حدیث پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:۔ ”یہ پیش گوئی کہ مسیح موعود کی اولاد ہوگی یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خدا اس کی نسل سے ایک شخص کو پیدا کرے گا جو اس کا جانشین ہوگا اور دین اسلام کی حمایت کرے گا جیسا کہ میری بعض پیشگوئیوں میں خبر آچکی ہے۔ (حقیقت الوحی صفحہ 312) مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور ان کی نسل سے ہونے والے موعود خلیفہ کے متعلق حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی تائید میں قدیم روحانی صحیفوں میں بھی پیش گوئیاں ملتی ہیں چنانچہ یہود کی شریعت کی بنیادی کتاب طالمود میں لکھا ہے کہ ”یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ (یعنی مسیح) وفات پا جائے گا اور اس کی سلطنت اس کے بیٹے اور پوتے کو ملے گی اس رائے کے ثبوت میں یسعیاہ باب 42 آیت 4 کو پیش کیا جاتا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ وہ ماندہ نہ ہوگا اور ہمت نہ ہارے گا جب تک کہ عدالت کو زمین پر قائم نہ کرے۔ (طالمود مرتبہ جوزف برکلے باب پنجم مطبوعہ لندن 1878)

زرتشتی مذہب کے صحیفہ دساتیر میں دین زرتشت کے مجدد دساسان اول کی تحریر کردہ پیش گوئی جو پہلوی زبان میں ہے جسے زرتشتی اصحاب نے فارسی میں ڈھالا ہے اس میں تحریر ہے (ترجمہ اردو) پھر شریعت عربی پر ہزار سال گزر جائیں گے تو تفرقوں سے دین ایسا ہو جائے گا کہ اگر خود شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ بھی اسے پہچان نہ سکے گا۔۔۔ اور ان کے اندر انشقاق اور اختلاف پیدا ہو جائے گا اور روز بروز اختلاف اور باہمی دشمنی میں بڑھتے چلے جائیں گے۔۔۔ جب ایسا ہوگا تو تمہیں خوشخبری ہو کہ اگر زمانہ میں ایک دن بھی باقی رہ جائے تو تیرے لوگوں سے (فارسی الاصل) ایک شخص کو کھڑا کروں گا جو تیری گم شدہ عزت وآبرو واپس لائے گا اور اسے دوبارہ قائم کرے گا۔ میں پیغمبری و پیشوائی (نبوت و خلافت) تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا مندرجہ پیش گوئی کے آخری فقرہ کہ پیغمبری و پیشوائی (نبوت وخلافت) تیری نسل سے نہیں اٹھاؤں گا میں یہ اشارہ ہے کہ آخری زمانہ کا موعود جب آئے گا تو اس کی اولاد میں سے کوئی اس کا جانشین ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں دوسرا طریق انزال رحمت کا ارسال مرسلین ونبیّن وآئمہ واولیاء وخلفاء ہے تا ان کی اقتداء ہدایت سے لوگ راہ راست پر آجائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس عاجز کی اولاد کے ذریعہ سے یہ دونوں شق ظہور میں آجائیں (سبز اشتہار روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 453 حاشیہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب صاحب الہام وکشوف ولی گزرے ہیں جنہوں نے مسیح کی آمد ثانی اور ان کے ہاں عظیم بیٹے بارے پیش گوئی فرمائی ہے یہ پیش گوئی فارسی منظوم کلام میں ہے مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور سے قبل کے انقلابات کا نقشہ کھینچ کر مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ اور نام کی تعیّین کرتے ہوئے ایک عظیم یادگار بیٹے کی خوشخبری درج ذیل الفاظ میں دی ہے:

”ا ح م و دال مے خوانم
نام آں نامدار مے بینم
دور او چوں شود تمام بکام
پسرش یاد گا رمے بینم“

ترجمہ:۔ جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمود پر اس کا بیٹا یادگار رہ جائے گا حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی تصنیف نشان آسمانی میں پیش گوئی مذکور کے آخری شعر کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اس کے نمونہ پر ہوگا اور اس کے رنگ میں رنگین ہو جائے گا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہوگا یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔ (نشان آسمانی روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 373)

جماعت احمدیہ مسلمہ اس بات پر یقین کامل رکھتی ہے اور جماعت احمدیہ کی 136 سالہ تاریخ اُس کے روز وشب اور ہر لحہ اِس بات کا گواہ ہے کہ زمانہ حاضرہ کے تعلق سے قدیم کتب مقدسہ میں پائی جانے والی پیشگوئیاں جن کے مطابق سید الانبیاء خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آپ کے جس بروز کامل، روحانی فرزند نے ظاہر ہونا تھا اُس کے مصداق بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات بابرکات ہے۔

خدا تعالیٰ نے قدیم کتب مقدسہ کی پیش گوئیوں کے مطابق آپ کی صداقت کے ثبوت کے طور پر جہاں اور بہت سارے ہزاروں بلکہ لاکھوں نشانات اور معجزات آپکو عطا فرمائے وہاں ایک خاص مقام اور اہمیت کا حامل نشان نیک صالح آپ کی جانشین ہونے والی اولاد عطا کیے جانے کا عظیم الشان نشان بھی ہے۔ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام کو اولاد کے تعلق سے جو بشارات دی گئیں ان میں پیشگوئی مصلح موعود کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ چنانچہ پیشگوئی مصلح موعود سے متعلق جب پنڈت لیکھرام اور کچھ عیسائی پادریوں اور بعض مسلمان کہلانے والوں نے دریدہ دہنی کی تو اسے

سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک اشتہار شائع فرمایا اُس میں پیشگوئی کی عظمت بارے فرمایا :۔ ’’آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہ نے پیارے نبی کریم رؤوف ورحیم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لیے ظاہر فرمایا ہے‘‘۔

پیشگوئی مصلح موعود اس لحاظ سے بھی ایک عظیم المرتبت پیشگوئی ہے کہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ نے جنوری 1944 میں قیام لاہور کے دوران ایک عظیم الشان رویاء کے ذریعہ انکشاف فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے 20 فروری 1886 کو جس موعود بیٹے کی پیدائش کا اعلان ہوشیار پور کی سرزمین سے فرمایا تھا اور جس کے متعلق یہ بتایا تھا کہ وہ مسیحی نفس ہوگا۔ جلد جلد بڑھے گا۔ علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا اور وہ زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی وغیرہ وغیرہ اس پیشگوئی کے مصداق آپ ہی ہیں۔

چنانچہ خدائے ذوالعرش کی طرف سے اس انکشاف کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 28 جنوری 1944 کے روز مسجد اقصیٰ قادیان میں یہ پرشوکت اعلان فرمایا کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں آپ نے بتایا کہ رؤیاء جو دکھائی گئی اس کے دوران میری زبان پر جو فقرہ جاری ہوا وہ یہ ہے:۔

وانا المسیح الموعود مثیله و خلیفه

اور میں بھی مسیح موعود ہوں یعنی اس کا مثیل اور اس کا خلیفہ ہوں۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 512 تا 519 ماہنامہ احمدیہ گزٹ کنیڈا فروری 2015ء)

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اپنی خلافت کے متعلق فرماتے ہیں میں خلیفہ نہیں بلکہ موعود خلیفہ ہوں میں مامور نہیں مگر میری آواز خدا تعالیٰ کی آواز ہے خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے ذریعہ اس کی خبر دی تھی۔ گویا اس خلافت کا مقام ماموریت اور خلافت کے درمیان کا مقام ہے اور یہ موقع ایسا نہیں کہ جماعت احمدیہ اسے رائیگاں جانے دے اور پھر خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ہو جائے۔ جس طرح یہ بات درست ہے کہ نبی روز روز نہیں آتے اسی طرح یہ بھی درست ہے کہ موعود خلیفے روز روز نہیں آتے۔ (رپورٹ مجلس مشاورت 1936)

اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ
یاد آ کے بناتے ہیں ہر روح کو دیوانہ

ارشاد باری تعالیٰ

هُوَ الَّذِیۡ یُصَوِّرُکُمۡ فِی الۡاَرۡحَامِ کَیۡفَ یَشَآءُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۝

﴿سُوۡرَۃُ اٰلِ عِمۡرٰن:7﴾

ترجمہ: وہی ہے جو تمہیں رِحموں میں جیسی صورت میں چاہے ڈھالتا ہے۔ کوئی معبود نہیں مگر وہی، کامل غلبہ والا (اور) حکمت والا۔

طالب دعا : مقصود احمد ڈار (جماعت احمدیہ شورت، صوبہ جموں کشمیر)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’جو شخص لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ خدا کا بھی شکر ادا نہیں کرتا‘‘

(ترمذی، باب ماجاء فی الشکر لمن احسن الیک)

طالب دُعا: مجلس انصار اللہ کلکتہ (صوبہ بنگال)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

’’ہر وہ کام جو بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ کے بغیر شروع کیا جائے وہ ناقص اور برکت سے خالی ہوتا ہے۔‘‘ (الجامع الصغیر للسیوطی حرف کاف)

طالب دُعا : خورشید احمد گنائی صاحب واہل خانہ (امیر جماعت احمدیہ رشی نگر، صوبہ جموں کشمیر)

محمود کی آمین

پاکیزہ منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام

حمد و ثنا اسی کو جو ذات جاودانی
ہمسر نہیں ہے اس کا کوئی نہ کوئی ثانی
باقی وہی ہمیشہ غیر اس کے سب ہیں فانی
غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی
کیونکر ہو شکر تیرا، تیرا ہے جو ہے میرا
تونے ہر اک کرم سے گھر بھر دیا ہے میرا
جب تیرا نور آیا جاتا رہا اندھیرا
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ
تونے یہ دن دکھایا محمود پڑھ کے آیا
دل دیکھ کر یہ احساں تیری ثنائیں گایا
صد شکر ہے خدایا صد شکر ہے خدایا
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ
ہو شکر تیرا کیونکر اے میرے بندہ پرور
تونے مجھے دیئے ہیں یہ تین تیرے چاکر
تیرا ہوں میں سراسر تو میرا رب اکبر
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ
ہے آج ختم قرآں نکلے ہیں دل کے ارماں
تونے دکھایا یہ دن میں تیرے منہ کے قرباں
اے میرے رب محسن کیونکر ہو شکر احساں
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ
لخت جگر ہے میرا محمود بندہ تیرا
دے اسکو عمر و دولت کر دور ہر اندھیرا
اسکے ہیں دو برادر انکو بھی رکھیو خوشتر
تیرا بشیر احمد۔ تیرا شریف اصغر
کر فضل سب پہ یکسر رحمت سے کر معطر
یہ روز کر مبارک سُبۡحَانَ مَنۡ یَّرَانِیۡ

محمود کی آمین مطبوعہ 7 جون 1897ء

فرموداتِ مصلح موعود رضی اللہ عنہ

در بارہ فقہی مسائل

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی گوناں گوں مصروفیات کے باوجود وقتاً فوقتاً اپنے خطبات، تقاریر، قضائی فیصلوں، سوال و جواب کی مجلسوں اور خطوط کے جوابات میں جو دینی مسائل بیان فرمائے اور جو روزنامہ الفضل میں 1914ء سے 1963ء کے علاوہ جماعت کے دیگر اخبارات و رسائل مثلاً الحکم، رسالہ ریویو، مصباح، رپورٹ مجلس مشاورت وغیرہ اور حضور کی کتب اور تفاسیر میں شائع ہوئے ہیں۔ نیز دیگر دفاتر، شعبہ جات اور ماخذوں کی فائلوں سے مطبوعہ وغیر مطبوعہ مواد یکجا طور پر جمع کیا گیا ہے۔ یوں قارئین کو بنیادی عقائد، عبادات، لین دین کے معاملات، انشورنس، سود کے مسائل، شادی بیاہ، رسوم و رواج، حدود و تعزیرات وغیرہ پر رہنمائی کے لئے ایک ماخذ میسر آ گیا ہے۔

1988ء میں انعامی مقالہ کے طور پر نمایاں اعزاز پانے والے اس مسودہ کو کتابی شکل دیتے ہوئے حوالہ جات کو اصل ماخذوں سے چیک کر کے قابل قدر کام کیا گیا ہے۔

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’علم سے مراد منطق یا فلسفہ نہیں ہے
بلکہ حقیقی علم وہ ہے جو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے عطا کرتا ہے۔‘‘

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 195)

طالب دُعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اگر خدا تعالیٰ سے سچا تعلق
حقیقی ارتباط قائم کرنا چاہتے ہو، تو نماز پر کاربند ہو جاؤ۔‘‘

(ملفوظات، جلد 1، صفحہ 108)

Courtesy:Alladin Builders e-mail: khalid@alladinbuilders.com

کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

اسد فرحان انچارج دفتر ایڈیشنل نظارت علیا جنوبی ہند

قارئین کرام ! چودھویں صدی ہجری میں علومِ قرآنی کے انکشافات کا ایک انقلابی دور شروع ہوا جبکہ ایک طرف کتاب اللہ پر ہزار ہا انواع واقسام کے عقلی اور فلسفیانہ حملے انتہاء کو پہنچ گئے اور دوسری طرف وعدۂ خداوندی کے مطابق حضرت مراز غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدیٔ معہود علیہ السلام بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے ذریعہ سے قرآن شریف کے بطن میں پوشیدہ ان بیشمار دقائق وحقائق کا پورے زور سے ظہور ہوا۔

سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام بانیٔ جماعت احمدیہ کو قرآن عظیم سے ایک والہانہ عشق تھا جس کی نظیر زمانۂ نبویؐ کے بعد گزشتہ تیرہ صدیوں میں کہیں دکھائی نہیں دیتی ہے۔ اسی طرح آپ نے جس شان کے ساتھ کتاب اللہ کی عظمت اور جلال اور مرتبے کا سِکّہ مذاہب عالم پر بٹھایا اور منکرین اسلام پر حجت اسلام پوری کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت اقدسؑ کے قلبِ صافی میں عشقِ قرآن اور انوارِ قرآنی سمندر کی طرح موجزن تھے اور آپؑ کی سب سے بڑی دلی تمنا یہ تھی کہ قرآن شریف کا خوبصورت اور خدا نما چہرہ مشرقی اور مغربی دُنیا پر پوری طرح آشکار ہو جائے۔ لہٰذا خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے اس عدیم المثال عاشق فرقان کی دُعاؤں کو سُنا اور اپنی رحمت سے بپایہ قبولیّت جگہ دی اور اپنے پُرشوکت الہام سے مخاطب کرتے ہوئے یہ بشارت دی کہ وہ آپؑ کو ایسا جلیل القدر فرزند عطاء کرے گا جس سے کلام اللہ کے مرتبہ کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ فرمایا

’’اے مظفر تجھ پر سلام خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔‘‘

آپؓ کی دینی انسیّت اور کلام پاک سے گہری وابستگی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی محسوس کر لی تھی۔ حضرت شیخ محمد اسماعیل صاحب سرساویؓ کا بیان ہے کہ ’’ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا ہے۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہیں۔ اور ہم نے آپؑ سے یہ بھی سنا کہ آپؑ فرمایا کرتے تھے کہ ’’میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ مَیں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔‘‘

(الحکم ۲۸؍دسمبر ۱۹۳۹ء۔ ماہنامہ خالد سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نمبر۔ جون، جولائی ۲۰۰۸ء صفحہ ۳۸ بحوالہ خطبۂ جمعہ ۲۳؍فروری ۲۰۱۸ء)

حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح موعودؓ نے نصف صدی پر محیط اپنے عہدِ خلافت میں قرآنی مباحث سے متعلق شاندار اسلامی لٹریچر پیدا کیا۔ ہزاروں بصیرت افروز تقاریر فرمائیں اور خطبات ارشاد فرمائے جن کا مرکزی نقطہ قرآن مجید ہی تھا۔ معرفت کا یہ لازوال اور بیش بہا خزانہ سلسلہ کے اخبارات میں بہت حد تک محفوظ ہے اور کتابی صورت میں بھی منظر عام پر آچکا ہے۔ علاوہ ازیں حضرت مصلح موعودؓ کے قلم مبارک سے قرآن مجید کی بہت سی معرکۃ آراء اور ایمان افروز تفاسیر شائع ہوئیں۔ مثلاً پہلے پارہ کی نادر تفسیر، حقائق القرآن، درس القرآن، معارف القرآن، تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر۔ ان میں سے ہر تفسیر مستقل امتیازی شان اور کئی خصوصیات رکھتی ہے۔ خصوصاً تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر جنہیں علم تفسیر کا شاہکار کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔ سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کی ذات بابرکات سے کلام اللہ کے مرتبے کا اظہار کس شان سے ہوا اس کے لئے تو ایک دفتر درکار ہے۔ لیکن اس کی چند مثالیں ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

علوم قرآن آپؓ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سکھائے گئے

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

’’میں نے کوئی امتحان پاس نہیں کیا۔ ہر دفعہ فیل ہی ہوتا رہا ہوں۔ مگر اب میں خدا کے فضل سے کہتا ہوں کہ کسی علوم کا مدعی آجائے اور ایسے علم کا مدعی آجائے جس کا میں نے نام بھی نہ سُنا ہو اور اپنی باتیں میرے سامنے مقابلہ کے طور پر پیش کرے اور میں اسے لاجواب نہ کر دوں تو جو اس کا جی چاہے کہے۔ ضرورت کے وقت ہر علم خدا مجھے سکھاتا ہے اور کوئی شخص نہیں جو مقابلہ میں ٹھہر سکے۔‘‘

(ملائکۃ اللہ صفحہ ۵۳۔۵۴)

آپؓ فرماتے ہیں۔

’’میں ابھی چھوٹا سا تھا میری عمر پندرہ سولہ سال کی ہوگی کہ میں نے رؤیا میں دیکھا جیسے کوئی کٹورہ ہوتا ہے اور اس کے اوپر کوئی چیز آکر گرے تو اس میں سے ٹن کی آواز نکلتی ہے اسی طرح اس میں سے ٹن کی آواز آئی تو پھر وہ آواز پھیلنی شروع ہوئی۔ پھر مجسم ہوئی۔ پھر وہ ایک فریم بن گئی اس میں سے ایک تصویر بنی پھر وہ تصویر متحرک ہوگئی اور اس میں سے ایک وجود نکل کر میرے سامنے آیا اور اس نے کہا میں خدا تعالیٰ کا فرشتہ ہوں اور میں آپ کو سورۂ فاتحہ کی تفسیر سکھانے کے لئے آیا ہوں۔ میں نے کہا سکھاؤ۔ اُس نے سورۂ فاتحہ کی تفسیر مجھے سکھانی شروع کی۔ جب وہ ایاك نعبدو ایاك نستعین پر پہنچا تو کہنے لگا آج تک جتنی تفسیریں لکھی گئی ہیں وہ اس آیت سے آگے نہیں بڑھیں۔ کیا میں آپ کو آگے بھی سکھاؤں؟ میں نے کہا ہاں! چنانچہ اس نے مجھے اگلی آیات کی بھی تفسیر سکھادی۔ میری عمر اُس وقت پندرہ سال کی تھی اور اب اس رؤیا پر چوالیس ۴۴ سال گزر گئے ہیں۔ اس عرصۂ دراز میں جو علوم خدا تعالیٰ نے مجھے سورۂ فاتحہ سے سکھائے ہیں اُن کے ذریعہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ہر مذہب کا ردّ اس سورت سے کر سکتا ہوں اور پھر میرا دعویٰ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں دُنیا کی تمام اقتصادی تھیوریوں کا جواب موجود ہے خواہ بالشوازم ہو یا کیپٹل ازم ہو یا کوئی اور ہو۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۴۷۶)

اللہ کا کلام صرف قرآن ہے

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک ایسا نظریہ پیش کیا جس سے کلام اللہ کا مرتبہ ظہور پذیر ہوا اور قرآن کریم کے علاوہ دیگر مذاہب کی کتب کلام اللہ کے مرتبہ پر ٹھہر نہ سکیں۔ اس بارہ میں حضورؓ فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم ایک ہی کتاب ہے جو کلام اللہ کہلا سکتی ہے دوسری کتب خواہ الہامی بھی ہوں کلام اللہ نہیں کیوں کہ ان میں انسانی کلام بھی شامل ہے۔ خالص کلام اللہ ’الف‘ سے لے کر ’ی‘ تک ’بسم اللہ‘ سے لے کر ’والناس‘ تک صرف قرآن کریم ہے۔ یہ کتاب اُس وقت سے کہ نازل ہوئی ہمارے زمانہ تک جوں کی توں ہے نہ ایک لفظ کم نہ ایک لفظ زیادہ، نہ کوئی حکم ناقابل عمل نہ کوئی آیت منسوخ۔ ہر ایک حرکت و وقف بعینہٖ پس اس کے سوا اور کوئی کتاب نہیں جسے اس تعیین کے ساتھ اپنے لئے مشعل راہ بنایا جاسکے کہ اس سے کوئی مشتبہ حکم نہ ملے گا۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد اوّل (دیباچہ) جزاوّل)

پھر حضور اس نظریہ پر روشنی ڈالتے ہوئے مزید فرماتے ہیں کہ:

’’قرآن کریم میں کلام اللہ کا لفظ تین جگہ آیا ہے اور تینوں جگہ قرآن کریم کے متعلق ہی استعمال ہوا ہے کسی اور کتاب کے متعلق نہیں۔ اس لئے عقلاً یہی کہا جائے گا کہ قرآن ہی کلام اللہ ہے اور ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم بلا دلیل یہ خیال کریں کہ قرآن کے سوا کوئی اور آسمانی کتاب بھی کلام اللہ کے نام کی مستحق ہے۔ کتاب اللہ اور کلام اللہ میں فرق ہے۔ کتاب اللہ ہر اس کتاب کو جس میں خدا کی باتیں ہوں کہا جاسکتا ہے لیکن کلام اللہ ہر ایک کو نہیں کہا جاسکتا۔ دوسری الہامی کتابوں کو کتاب اللہ کہا گیا ہے اور کتاب اللہ کا لفظ قرآن کے متعلق بھی موجود ہے۔ مگر دوسرا لفظ کلام اللہ صرف قرآن کے لئے استعمال کیا گیا ہے کسی اور کے لئے نہیں۔ یہ فرق ہے اور بغیر حکمت کے نہیں۔

(فضائل القرآن از حضرت مصلح موعودؓ صفحہ ۲۱۱)

ترتیب قرآنی کا نظام

جہاں ترتیب قرآنی کے معجزانہ نظام کو قرآن کے منکرین اور مستشرقین اور کم فہم علماء سمجھنے سے قاصر رہے وہاں حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خداداد علم کے ذریعہ ترتیب قرآنی کے نظام کو اس طرح سمجھایا جس سے آیتوں اور سورتوں کے تسلسل اور ربط کا حیرت انگیز نظام قرآنی سامنے آیا۔

آپؓ فرماتے ہیں:

’’میرا ترجمہ اور میری تفسیر ہمیشہ ترتیب آیات اور ترتیب سُوَر کے ماتحت ہوتی ہے اور یہ لازمی بات ہے کہ جو شخص اس نکتہ کو مدنظر رکھے گا وہ فوراً یہ نتیجہ نکال لے گا کہ اس ترتیب کے ماتحت فلاں فلاں آیات کے کیا معنی ہیں۔‘‘

’’اس طرح میری تفسیر کے نوٹوں سے انسان سارے قرآن کی تفسیر سمجھ سکتا ہے۔‘‘

(الفضل ۱۱؍جولائی ۱۹۶۲)

قرآن پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات

قرآن کریم نے اپنا ایک مرتبہ فرقان بھی بتایا ہے یعنی وہ حق و باطل میں خود امتیاز پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا علم حضرت مصلح موعودؓ کو کمال درجہ کا عطا کیا گیا۔ چنانچہ مستشرقین کا مسکت جواب اور قرآنی تاریخ کی حقانیت کا ثبوت حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر میں جابجا نظر آئے گا بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ حضور کی بیان فرمودہ تفسیر عہدِ حاضر کی وہ منفرد اور واحد تفسیر ہے جس میں مستشرقین کے قرآن مجید پر کئے ہوئے اعتراضات کے مسکت اور مدلل جواب دیئے گئے ہیں بلکہ اسلام کے بارہ میں اُن کی جہالت اور عربی زبان کی باریک خوبیوں کے علم سے محرومی بھی بے نقاب کی گئی ہے اور آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت کر دیا گیا ہے کہ قرآن مجید کی بیان فرمودہ تاریخ ہی مستند ہے اور اس کے مقابلہ پر بائبل پر اعتماد کرنا کسی طرح درست نہیں۔

آپؓ فرماتے ہیں:

’’آثارِ قدیمہ کی جن لوگوں کے ہاتھوں میں خدا نے کنجیاں دی تھیں انہوں نے اِن آثار قدیمہ کو خراب کر دیا، تباہ کر دیا اور اس قدر ان کی حالت کو مشتبہ کر دیا کہ ان پر کوئی شخص اعتبار کرنے کے لئے تیار نہیں ہوسکتا تھا۔ تب اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن کریم کو نازل کیا۔ یہ آپؐ کے دل کا خون ہی تھا جو آسمان سے قرآن کو کھینچ لایا۔ اس قرآن کے آثارِ قدیمہ کے مختلف کمروں میں آدمؑ اور نوحؑ اور ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور ہارونؑ اور دیگر تمام انبیاء کی چیزیں ایک قرینہ میں پڑی ہوئی ہیں۔ مَیل وکچیل سے مبرّا، داغوں اور دھبوں سے صاف، چھینٹوں اور غلاظت سے پاک، ہر چیز اصلی اور حقیقی رنگ میں ہمارے پاس ہے۔ پرانے سے پرانے آثار اس میں پائے جاتے ہیں اور صحیح سے صحیح سے حالات اس میں موجود

ہیں۔۔۔‘‘

(سیر روحانی جلد سوم صفحہ ۱۱۵، ۱۱۶)

پس اسلام کے اس فتح نصیب جرنیل اور حضرت مسیح موعودؑ کے فرزند ارجمند نے کیا معاندین اسلام اور کیا مستشرقین سب کے قرآن کریم پر کیے گئے اعتراضات کے ایسے جامد و ساکت جواب دیے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی اگر دیانت داری کے ساتھ آپ کے جوابات کو پڑھے تو ان کے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ ہی نہیں کہ قرآن ہی ایک کامل و مکمل کتاب ہے۔

آپؓ فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم کو وہ عظمت حاصل ہے جو دنیا کی کسی اور کتاب کو حاصل نہیں۔ اور اگر کسی کا یہ دعویٰ ہو کہ اس کی مذہبی کتاب بھی اس فضیلت کی حامل ہے تو میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے سامنے آئے۔ اگر کوئی وید کا پیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے، اگر کوئی توریت کا پیرو ہے وہ میرے سامنے آئے، اگر کوئی انجیل کا پیرو ہے تو وہ میرے سامنے آئے اور قرآن کریم کا کوئی استعارہ میرے سامنے رکھ دے جس کو میں بھی استعارہ سمجھوں۔ پھر میں اس کا حل قرآن کریم سے ہی پیش نہ کر دوں تو وہ بیشک مجھے اس دعویٰ میں جھوٹا سمجھے۔ لیکن اگر پیش کر دوں تو اسے ماننا پڑے گا کہ واقعہ میں قرآن کریم کے سوا دنیا کی اور کوئی کتاب اس خصوصیت کی حامل نہیں۔‘‘

(فضائل القرآن بحوالہ الفضل ۲۹ رمئی ۱۹۹۰ء۔ الفضل انٹرنیشنل ۲۲ رفروری ۲۰۲۱ء)

آپؓ کے ۵۲ سالہ دَورِ خلافت میں برصغیر پاک و ہند کے علاوہ دوسرے ممالک میں بھی قرآن کریم کے ترجمے کر کے مبلّغین کے ذریعے پہنچائے گئے۔ اردو اور انگریزی کے علاوہ ۱۵ زبانوں میں تراجم قرآن پر کام شروع ہوا۔ اپنے شعور سے لے کر زندگی کے آخری سانس تک خدمت قرآن کرنے والے اس پسر موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت قرآن سے، کیا محقق کیا ادیب، تاریخ دان و سائنس دان سے لے کر ریاضی دان و سیاستدان کے ساتھ ساتھ ہر باشعور شخص نے بھی خوب استفادہ کیا۔ اسی طرح ہر مشورہ کرنے والے کو قرآن کریم کی روشنی میں مفید مشوروں سے نوازا۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’خدا نے مجھے علم قرآن بخشا ہے۔...... خدا نے مجھے اس غرض کے لئے کھڑا کیا ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے نام کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں اور اسلام کے مقابلہ میں دنیا کے تمام باطل اَدیان کو ہمیشہ کی شکست دے دوں۔ دنیا زور لگا لے، وہ اپنی تمام طاقتوں اور جمعیتوں کو اکٹھا کر لے۔ عیسائی بادشاہ بھی اور ان کی حکومتیں بھی مل جائیں، یورپ بھی اور امریکہ بھی اکٹھا ہو جائے، دنیا کی تمام بڑی بڑی مالدار اور طاقتور قومیں اکٹھی ہو جائیں اور وہ مجھے اس مقصد میں ناکام کرنے کے لئے متحد ہو جائیں پھر بھی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ میرے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور خدا میری دعاؤں اور تدابیر کے سامنے اُن کے تمام منصوبوں اور مکروں اور فریبوں کو ملیا میٹ کر دے گا۔‘‘

(الموعود، انوار العلوم جلد ۱۷ صفحہ ۶۱۴)

قارئین کرام! حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ بار بار قرآن کریم کا جو یہ عظیم الشان مرتبہ ظاہر ہوا اس کی برکت سے خدائے عزیز نے یہ ارادہ کیا کہ آپ کا نام کُرۂ عرض پر تا ابد باقی رہے اور آسمانِ شہرت پر بھی ہمیشہ چمکتا رہے۔ اور اللہ تعالیٰ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روح پر ابدالآباد تک رحمتیں اور برکتیں نازل فرماتا چلا جائے۔ آمین

✵✵✵

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

مجھ کو کافر کہہ کے اپنے کفر پر کرتے ہیں مہر ✿ یہ تو ہے سب شکل اُن کی ہم تو ہیں آئینہ دار

ساٹھ سے ہیں کچھ برس میرے زیادہ اس گھڑی ✿ سال ہے اب تیسواں دعوے پہ از روئے شمار

طالب دعا: آٹو ٹریڈرز (16 مینگو لین کلکتہ 70001) دکان: 2248-5222 رہائش: 2237-8468

A. SAMSUL ALAM
A. ABDUL RAHIM

Dealers of Natural Precious & Semi-Precious Gemstones

TOONICE
DEALERS OF PRECIOUS & SEMI-PRECIOUS GEMSTONES
No. 100/59-A, 1st Floor, South Thaikkat Street Melapalayam, Tirunelveli-627005 Tamil Nadu, India
+91 9659389953
toonicegems@gmail.com

Al-Nida GEMS
No. 1/B3, 1st Floor Village Road Balaji Nagar Extension Puzhuthivakkam, Chennai-600091 Tamil Nadu, India
+91 9042150339
alnidagems@gmail.com

HG GEMS
HANIYAHANA GEMS CO., LTD.
No. 191/16, Soi Puttha Osot Siphraya, Bangrak Bangkok - 10500 Thailand
+66 638751327
gemscertify22@gmail.com

طالب دعا: اے شمس العالم (جماعت احمدیہ میلا پالم، صوبہ تامل ناڈو)

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے

(کلام حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ)

اپنے کرم سے بخش دے میرے خدا مجھے
بیمارِ عشق ہوں ترا دے تو شفا مجھے

جب تک کہ دم میں دم ہے اسی دین پر رہوں
اسلام پر ہی آئے جب آئے قضا مجھے

بے کس نواز ذات ہے تیری ہی اے خدا
آتا نظر نہیں کوئی تیرے سوا مجھے

منجملہ تیرے فضل و کرم کے ہے یہ بھی ایک
عیسیٰؑ مسیح سا ہے دیا رہنما مجھے

تیری رضا کا ہوں میں طلب گار ہر گھڑی
گر یہ ملے تو جانوں کہ سب کچھ ملا مجھے

ہاں ہاں نگاہِ رحم ذرا اس طرف بھی ہو
بحر گنہ میں ڈوب رہا ہوں بچا مجھے

موسیٰؑ کے ساتھ تیری رہیں لن ترانیاں
زنہار میں نہ مانوں گا چہرہ دکھا مجھے

احساں نہ تیرا بھولوں گا تا زیست اے مسیحؑ
پہنچا دے گر تو یار کے در پر ذرا مجھے

سجدہ کناں ہوں در پہ ترے اے مرے خدا
اٹھوں گا جب اٹھائے گی یاں سے قضا مجھے

ڈوبا ہوں بحرِ عشقِ الٰہی میں شاد میں
کیا دے گا خاک فائدہ آبِ بقا مجھے

کلام محمود صفحہ 1

رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ اگست 1916ء

✿✿✿

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ✿ مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ✿ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

طالب دعا: برہان الدین چراغ ولد چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، افراد خاندان و مرحومین، ننگل باغبانہ، قادیان

SAFOORA COLLECTION CENTER

LOVE FOR ALL HATRED FOR NONE

Partap Nagar Qadian Pin 143516
Dist: Gurdaspur Punjab

WE ACCEPT ONLINE ORDER ALSO

ALL KINDS OF LADIES GARMENTS AND KIDS PARTY WEAR & BURQA ALSO

INSTAGRAM

Shabana Omer : +91-8699710284 / Omer Farooque: +91-7347608447

اولوالعزم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

سید اعزاز الدین مربی سلسلہ ہبلی کرناٹک

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا نشان بطور قدرت، رحمت اور قربت عطا ہوا تھا۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ مبارکہ کو دو نمایاں ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ ایک وہ دور جب آپ امامِ زمان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور بعدازاں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زیرِ سایہ رہے، اور دوسرا وہ دور جب آپ خود منصبِ خلافت پر فائز ہوئے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ہر انسان کی زندگی میں حالات کے نشیب و فراز آتے ہیں اور مختلف ادوار میں اسے آزمائشوں، چیلنجوں اور مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کی زندگی بھی ان مراحل سے خالی نہ تھی۔ چونکہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ وقت کا امام اپنے متبعین کے لیے ایک مضبوط ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس کی موجودگی میں افراد پر جدوجہد کا بوجھ نسبتاً کم ہو جاتا ہے، کیونکہ امام خود اُن کے لیے ڈھال ہوتا ہے۔

چنانچہ 1914ء تک حضرت مصلح موعودؓ کے لیے یہی کیفیت تھی، جب آپ کے لیے یہ ڈھال پہلے حضرت مسیح موعودؑ اور پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی صورت میں موجود رہی۔ لیکن جب آپ خود منصبِ خلافت پر فائز ہوئے تو یہ صورتِ حال بدل گئی۔ اب آپؓ خود اپنے متبعین کے لیے ڈھال بن گئے اور جماعت کے تمام تر بوجھ کو اٹھانا آپ کی ذمہ داری قرار پایا۔ اس عظیم ذمہ داری کی ادائیگی کے لیے حسب پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو غیر معمولی عزم، استقامت اور بصیرت عطا فرمائی اور آپ کو اولوالعزم کے مقام پر فائز فرمایا۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے الإمام جُنَّة یعنی امام ڈھال ہوتا ہے۔ اسکے پیچھے ہو کر لڑا جاتا ہے اس حدیثِ نبویؐ کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ افراد کو وقت کے امام کے زیرِ قیادت اور اس کے پیچھے رہ کر جدوجہد کرنی چاہیے۔ چنانچہ یہ صورت حال آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر 1914 کے بعد سے شروع ہوگئی اور بڑی مخالفتوں کا سامنا شروع ہوگیا۔

(۱) ابتدائی طور پر یہ مخالفت ان افراد کی جانب سے نمایاں ہو کر سامنے آئی جو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ادوار میں جماعت کے اندر نمایاں حیثیت رکھتے تھے۔ یہ لوگ مختلف عہدوں پر فائز تھے، ظاہری دبدبہ رکھتے تھے اور دنیاوی معیار کے مطابق اعلیٰ تعلیم رکھتے تھے انہی ظاہری علمی امتیازات کی بنیاد پر انہوں نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو تحقیر آمیز انداز میں محض ''ایم محمود'' کہہ کر مخاطب کیا اور آپؓ کی قیادت کو فکری طور پر چیلنج کیا۔

ان حضرات کا طرزِ عمل عدم تعاون، سردمہری اور مکمل اعراض پر مشتمل تھا۔ اس دور میں ان کے تکبر اور رعونت کا اندازہ ان بیانات سے ہوتا ہے جو تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں۔ چنانچہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ نے یہ تکبر آمیز دعویٰ کیا کہ ''ہم جاتے ہیں مگر دس سال کے اندر اندر اس مدرسہ میں عیسائی ہی عیسائی ہوں گے''۔ اسی طرح ایک اور نمایاں مخالف نے یہ کہا کہ ''ہم جاتے ہیں، مگر یہ ہمیں ناک رگڑ کر بلائیں گے''۔ اور وعدہ دیا جانے لگا کہ دس سال کے عرصے میں مولوی محمد علی صاحب اپنے احباب سمیت قریہ قادیان کو فتح کر کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مثیل بن کر عزت و احترام کے ساتھ قادیان میں داخل ہوں گے۔

(خطبات محمود جلد ۳ صفحہ ۹، آئینہ صداقت صفحہ نمبر 180)

علی الاعلان اس امر کا اظہار بھی ہونے لگا کہ چندہ بند ہو جاوے گا اور یہ لوگ بھوکے مرنے لگیں گے تب خود ہوش آجاوے گا۔ ان تکبر آمیز بیانات کا حضرت مصلح موعودؓ نے اولوالعزمی سے یہ جواب دیا کہ

میرے خدا نے مجھ پر یہ الہام نازل کیا ہے کہ ''کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے''

(انوار العلوم جلد 15 صفحہ نمبر 590 خلافت راشدہ)

بہر حال یہ لوگ بڑے بڑے دعوے اور دھمکیاں دیتے ہوئے دائمی مرکز قادیان کو چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک نوجوان 25 سال کی عمر کا جو میٹرک فیل تھا اس کی تنقیص کرتے ہوئے چلے تو گئے مگر چونکہ اسکے پیچھے خدائی تائید تھی اسلئے چند دنوں میں ان کے ہوش ٹھکانے لگ گئے۔

چنانچہ ایک حیلہ ان کو نکالنا پڑا خدا تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ ان کا یہ حیلہ اعتراف شکست کے اثر سے تھا یا چاپلوسی تھی بہر حال وہ حیلہ یہ تھا کہ انہوں نے 10 دنوں کے بعد یعنی 24 مارچ 1914 کو لاہور میں ایک اجلاس کیا اور اپنے فیصلہ سے ایک وفد کو حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں بھیجا اور کہا صاحبزادہ صاحب (حضرت مصلح موعودؓ: ناقل) انتخاب کو اس حد تک ہم جائز سمجھتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں سے احمد کے نام پر بیعت لیں یعنی اپنے سلسلہ احمدیہ میں ان کو داخل کریں لیکن پرانے احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینے کی ضرورت نہیں سمجھتے اس حیثیت سے ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں لیکن اس کے لیے بیعت کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی امیر اس بات کا مجاز ہوگا کہ جو حقوق و اختیارات صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعودؑ نے دیے ہیں اور اس کو اپنا جانشین قرار دیا ہے اس میں کسی قسم کی دست اندازی کرے۔''

(ضمیمہ اخبار پیغام صلح 2 اپریل 1914 منقول از الفرقان مئی جون 1965 صفحہ 24)

اس من گھڑت شرطیہ صلح کی پیشکش یا حیلہ کا جواب اولوالعزم حضرت مصلح موعودؓ نے جو دیا وہ خود ان کی زبانی یہ ہے:

'' جو جواب ہم کو صاحبزادہ صاحب (مصلح موعودؓ: ناقل) کی طرف سے ملا اس سے ثابت ہے کہ وہ ایک انچ نہیں بلکہ 1000 / 1 حصہ بھی اپنی جگہ چھوڑنے کو تیار نہیں جو آئندہ کرنا ہے اس کا اسی وقت فیصلہ کرلیں''

(اخبار پیغام صلح 31 مارچ 1914 منقول از الفرقان مئی جون 1965 صفحہ 24)

اولوالعزم حضرت مصلح موعودؓ سے بظاہر نرمی کے سلوک سے کام نہیں بنا تو انہوں نے سختی کے سلوک سے کام لینا چاہا۔ اپنی مرضی منوانے کے لیے صلح کے نام پر دھمکی بھی شروع کر دی چنانچہ امر واقعہ یہ ہے کہ انہی دنوں کی بات ہے شیخ تیمور صاحب جو حضرت مصلح موعودؓ کے مداح تھے اور قریبی تھے وہ قادیان سے دور علی گڑھ میں رہتے تھے۔ پیغامیوں نے انہیں لکھا کہ تم اس فتنے کو کسی طرح دور کرواس پر اس نے علی گڑھ سے مجھے تار دیا کہ فوراً ان لوگوں سے صلح کر لو ورنہ انجام اچھا نہیں ہوگا۔

حضرت مصلح موعودؓ نے اسے جواب لکھا کہ

''تمہارا خط پہنچا تم تو مجھے یہ نصیحت کرتے ہو کہ میں ان لوگوں سے صلح کرلوں مگر میرے خدا نے مجھ پر یہ الہام نازل کیا ہے کہ:-

''کون ہے جو خدا کے کاموں کو روک سکے''

پس میں ان سے صلح نہیں کر سکتا۔ رہا تمہارا مجھے یہ تحریک کرنا سو یاد رکھو تم خدا تعالیٰ کی ایک بہت بڑی حجت کے نیچے ہو۔ تم نے حضرت خلیفہ اول کی زبان سے میرے متعلق بارہا ایسا ذکر سنا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ ان کے بعد خدا تعالیٰ مجھے خلافت کے مقام پر کھڑا کرے گا پھر تم خود میرے متعلق ایک کتاب لکھ رہے تھے جس میں ان پیشگوئیوں کا ذکر تھا جو حضرت مسیح موعودؑ نے میرے متعلق کیں پس تم پر حجت تمام ہو چکی ہے اور تم میرا انکار کر کے اب دہریت سے ورے نہیں رہو گے۔ یہ خط میں نے اسے لکھا اور ابھی اس پر ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ وہ دہریہ ہو گیا۔ چنانچہ وہ آج تک دہریہ ہے اور علی الاعلان خدا تعالیٰ کی ہستی کا منکر ہے حالانکہ وہ حضرت خلیفہ اولؓ کی وفات سے بارہ تیرہ دن پہلے میری بیعت کیلئے تیار تھا اور پھر میرے متعلق ایک کتاب بھی لکھ رہا تھا جس میں اس کا ارادہ تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ان تمام پیشگوئیوں کو جمع کر دے جو میرے متعلق ہیں مگر چونکہ اس نے ایک کھلی سچائی کا انکار کیا اس لئے میں نے اسے لکھا کہ اب میرا انکار تمہیں دہریت کی حد تک پہنچا کر رہے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ ایک مہینہ کے اندر اندر دہریہ ہوگیا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد ایک دفعہ وہ میرے پاس آیا اور حضرت مسیح علیہ السلام کی پیشگوئیوں پر بحث کرنے لگا۔ میں نے اسے کہا کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیوں کو جانے دو تم یہ بتاؤ کہ میں نے تمہارے متعلق جو پیشگوئی کی تھی وہ پوری ہوئی یا نہیں؟ اس پر وہ بالکل خاموش ہوگیا۔

(خلافت راشدہ، انوار العلوم جلد ۱۵ صفحہ ۵۶۳۔ ۵۶۴)

زبانی دھمکیوں کے بعد پھر مقدمہ کے ذریعے بھی دھمکی دی گئی۔ چنانچہ امر واقعہ یہ ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک کتاب ''اندرونی اختلافات سلسلہ کے اسباب'' کے عنوان سے انہی دنوں میں دسمبر 1914 میں لکھی اس میں دیگر باتوں کے علاوہ دھمکی دی گئی تھی۔ چنانچہ اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا

'' باقی رہا سوال مقدمہ کا کہ مقدمہ ہوگا اور عدالتوں تک جانا پڑے گا یہ ایسی دھمکیاں ہیں جو ہمیشہ راست بازوں کو ملتی رہی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کے لئے کسریٰ نے اپنے آدمی بھیجے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو عدالتوں میں گھسیٹا گیا اسی طرح اگر کوئی مجھے بھی عدالت میں بُلوائے یا انجمن پر مقدمہ کرے تو کیا حرج ہے۔ جب میں نے خدا کے لئے اور صرف خدا کے لئے اس کام کو اپنے ذمہ لیا ہے اور میں نے کیا لینا تھا خدا تعالیٰ نے یہ کام میرے سپرد کر دیا ہے تو اب مجھے اس سے کیا خوف ہے کہ انجام کیا ہوگا۔ میں جانتا ہوں کہ انجام بہر حال بہتر ہوگا کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا مجھ سے وعدہ ہے اور وہ سچے وعدوں والا ہے۔ پس آپ مجھے مقدموں سے کیا ڈراتے ہیں۔ ہمارا مقدمہ خدا کے دربار میں داخل ہے کیا یہ بات بعید ہے کہ پیشتر اس کے کہ دنیا کی حکومتیں ہمارے جھگڑے کا فیصلہ کریں اَحْکَمُ الْحَاکِمِیْن خود ہمارے مقدمہ کا فیصلہ کر دے اور گورنمنٹ کے دخل دینے کے بعد کسی ماتحت عدالت کا کیا حق ہے کہ کچھ کر سکے۔ پس اگر خدا تعالیٰ ہی کوئی فیصلہ صادر فرمائے جس سے سب فساد دور ہو کر امن ہو جائے تو دنیا کی حکومتوں نے کیا دخل دینا ہے۔ مقدمات سے ان کو ڈرائیں جن کی نظر دنیا کے اسباب پر ہے کوئی دنیا کی حکومت ہمیں اس مقام سے نہیں ہٹا سکتی جس پر خدا تعالیٰ نے ہمیں کھڑا کیا ہے کیونکہ دنیاوی حکومتوں کا اثر جسم پر ہے دل پر نہیں دل صرف خدا تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں''

(القول الفصل، انوار العلوم جلد ۲ صفحہ ۳۱۱)

یہاں تک تو حضرت مصلح موعودؓ کے مدمقابل ان لوگوں کا ذکر ہو رہا تھا جو حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو سچا سمجھنے والے تھے آگے ان لوگوں کا بھی کچھ ذکر کیا جاتا ہے جو حضرت مسیح موعودؑ کے منکرین مکفرین اور مکذبین میں سے تھے۔ اولوالعزمی کی صفت صرف آپ کی ہی نہیں تھی بلکہ یہ تو طفیلی تھی یعنی آپ کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی اولوالعزمی کے طفیل ہی یہ صفت ملی تھی۔ اس لیے پہلے مثال کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولوالعزمی اور حضرت مسیح موعودؑ کی اولوالعزمی کے واقعات پیش کیے جاتے ہیں۔

چنانچہ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خداداد مقبولیت کو دیکھ کر ارد گرد مما لک کے

بادشاہ بھی مرعوب ہونے لگے تھے۔

مختصر واقعہ یہ ہے کہ کسریٰ ایران نے اپنے ماتحت گورنر یمن کے ذریعے دو سپاہی بھیجے تا کہ آنحضرت ﷺ کو نعوذ باللہ گرفتار کر کے اس کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ مگر نادان کسریٰ کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اولو العزمی کی صفت عطا تھی چنانچہ اس پیغام کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو اپنے گورنر سے جا کر کہہ دو کہ میرے خدا نے آج رات تمہارے خداوند کو مار دیا ہے۔

چنانچہ انجام وہی ہوا جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا تھا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کامل حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے معاندین ومکفرین میں سے ایک نے ملک بھر میں گھوم گھوم کر آپ علیہ السلام کے خلاف فتویٰ تکفیر لگایا اور دعوی بھی کیا کہ میں نے ہی اسے اٹھایا تھا اور میں ہی اسے اب گراؤں گا۔ اس بے چارہ کو معلوم نہیں تھا کہ آنحضرت صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ غلام بھی خداداد اولو العزمی کی شان رکھتا ہے چنانچہ اس کے تکفیری کارناموں کے جواب میں آپ نے اپنے خدا سے علم پا کر یہ فرمایا

”یعنی اے وہ شخص جو میری تکفیر کے لیے کمر بستہ ہے سن لے کہ مجھے خدا نے بتا دیا کہ تیری تکفیری حرکتوں سے میرا کچھ بھی نقصان ہونے والا نہیں ہے البتہ تیرا خانہ خراب ہے تیرا گھر برباد ہے۔ ایک اور اولوالعزمی کا واقعہ بھی حضرت اقدس مسیح موعودؑ سے تعلق رکھتا ہے ہوا یوں کہ شیخ فضل الٰہی صاحبؓ چٹھی رساں نے بیان کیا کہ۔ ”ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مَیں ڈاک لے کر حضورؑ (کی خدمت) میں جا رہا تھا۔ جب ڈپٹی شنکر داس کے مکان کے آگے سے گزرا تو مکان کے آگے چبوترہ پر ڈپٹی مذکور چارپائی پر بیٹھا تھا۔ مجھے (او شیخ) پکار کر کہا غلام احمد کو کہہ دو کہ لڑکے جب مسجد میں آتے ہیں تو شور ڈالتے ہیں اور باتوں سے بھی کھڑاک کرتے ہیں ہم کو تکلیف ہوتی ہے۔ ان کو منع کر دے کہ وہ آرام سے گزرا کریں۔ مَیں نے حضرت صاحبؑ سے ایسا ہی جا کر عرض کر دیا تو حضورؑ نے فرمایا کہ

”یہ مکان تو ہمارے قبضہ میں آنے والا ہے۔ خدا نے ہم کو اِس مکان کا وعدہ فرمایا ہے۔“

(الحکم جلد ۳۸ نمبر ۹ مورخہ ۱۴؍ مارچ ۱۹۳۵ء صفحہ ۴)

چنانچہ آج وہ مکان عظیم الشان مسجد اقصیٰ کا حصہ بن چکا ہے۔

اولوالعزمی کے حوالے سے انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعودؑ کے منہج پر حضرت مصلح موعودؓ کے بھی جلوے ظاہر ہوئے ہیں۔ ان میں سے صرف دو واقعات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

1935 کا زمانہ تھا مجلس احرار اپنی سیاسی پشت پناہی کے دم پر حضرت مصلح موعودؓ کو چیلنج دے رہی تھی کہ قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے مینارۃ المسیح کو توڑ کر دریائے بیاس میں بہا دیں گے۔ مجلس احرار تم کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے گی۔ اب سے پہلے بہت لوگ اٹھے قادیانیت کو ختم کرنے کے لیے مگر ان کی تقدیر میں نہیں تھا مگر اب ہمارے ہاتھوں میں یہ تقدیر ہے کہ قادیانیت کو ختم کریں گے وغیرہ وغیرہ۔ اولوالعزم حضرت مصلح موعودؓ نے ان کی تعلیوں کا تو کچھ جواب نہ دیا البتہ اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت کا ضرور ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل ہم پر ہو رہے ہیں اور مجھے یہی نظر آ رہا ہے کہ احرار کے قدموں سے زمین نکل رہی ہے اس مختصر سے جواب میں حضرت مصلح موعودؓ کی اولو العزمی بڑی شان سے جھلک رہی ہے۔ الحمد للہ ایک اور واقعہ اُدھر بھی ہوا یعنی احرار والے تو انگریز کے زمانے میں تھے مگر قیام پاکستان کے بعد ان کی حقیقت پوری طرح عیاں ہو گئی مگر قادیانیوں کی مخالفت کا حربہ یا جسے قادیانی کارڈ کہنا چاہیے اس سے کھیلنا شروع کیا اس سستی اور آسان صورت کی دوڑ میں مولانا مودودی بھی پیش پیش تھے۔ قادیانیوں کی مخالفت کی بنیاد پر مخالفین نے اپنے اختلافات کو مٹا کر تَحۡسَبُہُمۡ جَمِیۡعًا کی طاقت کا مظاہرہ کیا چنانچہ اولوالعزم حضرت مصلح موعودؓ کے ایک خالد حضرت مولانا ابو العطا صاحب کا بیان ہے کہ جناب شیخ بشیر احمد صاحب موصوف جناب مولانا جلال الدین صاحب شمس مرحوم اور خاکسار بذریعہ کار جناب مودودی صاحب کے مکان پر پہنچ گئے۔ وہ گویا ملاقات کے لئے تیار ہی بیٹھے تھے۔ کہنے لگے کہ اچھا ہوا کہ آپ لوگ آ گئے میں چاہتا ہی تھا کہ جماعت احمدیہ کے کوئی نمائندے مل جائیں تو میں آپ کے امام کو ایک پیغام بھجواؤں۔ ہم نے کہا کہ فرمائیے کیا پیغام ہے؟

جناب مودودی صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگ جا کر اپنے امام سے کہیں کہ اس وقت جماعت احمدیہ کے خلاف سخت شورش برپا ہے اور شدید خونریزی کا خطرہ ہے اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ خاموشی سے اپنے آپ کو غیر مسلم اقلیت تسلیم کر لیں یا پھر وہ عقائد اختیار کریں جو ہمیں گوارا ہوں ورنہ سخت خطرہ ہے۔ میں مودودی صاحب سے پٹھان کوٹ کے دارالاسلام میں اچھی طرف گفتگو کر چکا تھا اور غالباً اس مجلس میں میں ان کے قریب اور سامنے تھا میں نے جواباً عرض کیا کہ جناب آپ نے ہمیں کیا پیغام دیا ہے؟ یہ پیغام ہم اپنے امام ایدہ اللہ بنصرہ کو کس طرح دے سکتے ہیں۔ اس پیغام کو تو سن کر ہم خود شرمندہ ہیں کہ آپ ہمیں کیا کہہ رہے ہیں۔ الٰہی جماعتوں کی مخالفتیں ہوتی آئی ہیں اور نصف صدی سے زیادہ عرصہ سے اس ملک میں بھی جماعت احمدیہ کی مخالفت ہو رہی ہے یہ وہی مخالفت ہے۔ مودودی صاحب نے ناصحانہ انداز میں کہا کہ آپ میری بات مان لیں اور یہ پیغام اپنے امام کو پہنچا دیں۔ اس مرتبہ کی مخالفت عام مخالفت نہیں۔ یہ بہت گہری ہے اور اس کے نتائج بڑے سخت ہیں۔ خاکسار نے مودودی صاحب سے پھر زور سے کہا کہ پیغام دینے کا تو سوال ہی نہیں ہے ہم تو سمجھتے ہیں کہ یہ مخالفت بھی بعینہ ویسی ہی ہے جیسی جملہ نبیوں کے وقت میں ہوتی رہی ہے۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار مرتبہ تجربہ ہو چکا ہے کہ مخالفتوں کے باوجود الٰہی جماعت ہی اپنے مقصد میں کامیاب ہوتی رہی ہے آج بھی یہی نظارہ دہرایا جائے گا۔

(حیات خالد صفحہ ۳۸۰۔۳۸۱)

یہ واقعہ 1953 کا ہے جب اینٹی احمدیہ اجیٹیشن بڑے زور وشور سے پاکستان میں چل رہا تھا۔ ایسے ماحول میں حضرت مصلح موعود نے خداداد اولعزمی سے یہ اعلان کر دیا کہ

مولانا مودودی کے اتباع کی حکومت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے یقیناً نہیں بنے گی

(قادیانی مسئلہ کا جواب ۱۲۳)

خدا نے جسے اولوالعزم بنایا تھا اسے اسکے مطابق طاقتیں بھی دی تھی۔ یہاں تو نہایت اختصار سے اسکی چند مثالیں پیش کی گئی ہیں ورنہ یہ واقعات تاریخ میں بھرے پڑے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اولوالعزم حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پر رحمت خدا کرے

☼☼☼

انوار العلوم

مجموعہ تصانیف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ قریباً عالم جوانی میں ہی مسند آرائے قیادت وامامت ہوئے اور آپؓ کا عہدِ خلافت نصف صدی سے زائد عرصہ پر محیط رہا۔ اس طویل مدت کے دوران آپ نے تحریر وتقریر کے ذریعہ گہرے علم و عرفان سے دنیا کو بہرہ مند فرمایا، جماعت کی ترقی و بہتری، نظم وضبط، اتحاد واتفاق کے عظیم الشان منصوبے بنا کر ان کو کامیابی سے ہمکنار کیا۔ ذیلی تنظیمیں قائم کر کے، تحریکات شروع کر کے ان کو قدم قدم پر رہنمائی بخشی، کہ آج بفضل اللہ تعالیٰ دنیا میں احمدیت پر سورج غروب نہیں ہوتا۔ نازک موقعوں پر عالم اسلام کی رہنمائی کی۔ غیر مسلم اقوام اور عام انسانیت کے لئے اپنی فکر ونظر کی بناء پر ایک قابل قدر مددگار و محسن رہے۔

فضل عمر فاونڈیشن نے اس عظیم اور موعود قائد کی تحریرات وتقاریر کو جو 1906 سے 1961 تک پھیلی ہوئی ہیں اور ان کے صفحات کی تعداد صدہا تک پہنچتی ہے کو متفرق ماخذوں سے جمع کر کے ایک مجموعہ کی شکل میں پیش کیا ہے۔ جو انوار العلوم کے نام سے موسوم ہے اور کل 26 جلدوں پر مشتمل ہے۔

اللہ تعالیٰ اس بابرکت مجموعہ سے ہم سب کو بھرپور رنگ میں استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خطبات محمود

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے خطبات علوم ومعارف کا ایک انمول خزانہ ہیں اور پیش گوئی کے الہامی الفاظ ”وہ علوم ظاہری وباطنی سے پُر کیا جائے گا“ پر شاہد ناطق ہیں۔ آپؓ کا دور خلافت نصف صدی سے زیادہ عرصہ پر محیط ہے جو ایک تاریخ ساز دور تھا۔ اس نہایت کامیاب اور طویل دور میں آپؓ نے اپنے خطبات جمعہ کے ذریعہ جماعت کی تعلیم وتربیت میں نہایت اہم کردار ادا کیا۔ سیاسی، سماجی اور مذہبی افقوں پر نمودار ہونے والے ہر معاملے پر بروقت اور درست رہنمائی عطا فرمائی۔ الغرض یہ خطبات جمعہ جماعت احمدیہ کا ایک بہت ہی قیمتی خزانہ اور سرمایہ ہیں۔

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

”وہ آلہ اور وہ ہتھیار جن سے اسلام کو دنیا پر غالب کیا جا سکتا ہے بندے کی وہ دعائیں ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 19؍ جون 2015)

طالب دعا: بی۔ایس۔ عبدالرحیم ولد مکرم شیخ علی صاحب مرحوم (صدر جماعت احمدیہ منگلور، کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

”کوئی نیکی اس وقت تک نیکی نہیں رہتی جب تک خدا تعالیٰ کی صفت رحیمیت کے ساتھ انسان چمٹا رہنے کی کوشش نہ کرے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10؍ اپریل 2015)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

سلطان البیان حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

اطہر احمد شمیم قائمقام مینیجر ہفت روزہ بدر قادیان

اپنی خطیبانہ قوت کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں

”حضرت مسیح موعودؑ کو خدا تعالیٰ نے سلطان القلم قرار دیا تھا۔اس کے مقابلہ میں اس نے مجھے اتنا بولنے کا موقع دیا کہ مجھے اس نے سلطان البیان بنا دیا“۔

(خطبات محمود جلد 2 صفحہ 334،فرمودہ 23/ستمبر 1950ء بمقام تعلیم الاسلام کالج لاہور)

ڈھونڈیں تو کہاں ڈھونڈیں پائیں تو کہاں پائیں
سلطانِ بیاں تیرا اندازِ خطیبانہ

حضرت مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانی المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کا خدا داد ملکہ خطابت محض الفاظ کا مجموعہ نہیں بلکہ فکر و شعور کا ایک ایسا بہتا ہوا دریا ہے جس کی لہروں میں استدلال کی قوت بھی ہے اور فصاحت کی چاشنی بھی۔ جب آپ منبرِ سخن پر متمکن ہوتے،تو الفاظ آپ کے تخیل کے تابع نظر آتے اور معانی آپ کے لہجے کی ثقاہت سے ایک نیا پیرہن اختیار کر لیتے ہیں۔ آپ کے کلام میں وہ جادوئی آہنگ ہے جو سامعین کے قلوب کو مسخر کر لیتا ہے اور وہ فکری گہرائی ہے جو عقل و خرد کو نئے آفاق سے آشنا کرتی ہے۔ بے شک، آپ کا طرزِ تکلم فصاحتِ عرب اور بلاغتِ عجم کا ایک حسین سنگم ہے، جو عصرِ رواں میں فنِ خطابت کی آبرو ہے۔مختلف موضوعات کا مجموعہ آپ کی فن خطابت کی عکاسی کر رہا ہے گویا کہ اوّل الذکر منظوم کلام عین آپ کے بیان کا عکس ہے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حق تعالیٰ نے کثرت کے ساتھ ایسی پیشگوئیوں سے سرفراز فرمایا جو اپنی صداقت اور شوکت کے اعتبار سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہوئیں اور آپؑ کے منجانب اللہ ہونے کا غیر متبدل نشان ٹھہریں۔ان تمام تائیدی نشانات میں وہ عظیم المرتبت پیشگوئی اپنی شانِ اعجاز کے ساتھ منفرد مقام رکھتی ہے جسے تاریخِ عالم پیشگوئی مصلحِ موعودؓ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ کو بارگاہِ ایزدی سے الہاماً اس عظیم الشان فرزند کی بشارت دی گئی جو صداقتِ اسلام کا جیتا جاگتا نشان ٹھہرا۔اس مکمل پیشگوئی میں حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق 52 علامتوں کی بشارت دی گئی جوؓ کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہیں۔

پیشگوئی کی چند سطریں جو خاکسار کے مضمون سے متعلق ہیں درجہ ذیل ہیں۔فرمایا:

”وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے پاک کرے گا۔ …سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم۔اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا…جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔…ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ …زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔…“

(اشتہار 20؍فروری 1886ء۔مجموعہ اشتہارات جلد اوّل صفحہ 101 تا 102)

اس پیشگوئی میں مذکور ایک ایک بات اپنی ذات میں ایک عظیم پیشگوئی ہے۔اس موعود فرزند کی عظمت کا اندازہ کیجیے جو ان سب صفات کا مصداق تھا۔دنیا کی نظر میں تو شاید ان اوصافِ عالیہ کا ایک فرد واحد میں جمع ہونا ناممکن بات ہو لیکن یہ اس قادر و توانا، رب ذی الجلال والاکرام کا کلام اور اس کی پیشگوئی تھی جس کے آگے کوئی بات انہونی اور مشکل نہیں۔خدا نے جو چاہا وہ بالآخر ہو کر رہا!

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ تمام تر رکاوٹوں اور ناموافق حالات کے باوجود وہ تمام پیشگوئیاں حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور اپنوں کے ساتھ ساتھ غیروں، دوستوں اور دشمنوں نے بھی اس حقیقت کی گواہی دی کہ حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے گھرانے میں جنم لینے والا وہ ”فرزندِ موعود“ درحقیقت ”مصلحِ موعود“ بن کر دنیا کے افق پر پوری آب و تاب کے ساتھ نمودار ہوا۔کلامِ الٰہی میں اس عظیم وجود کی جو خصوصیات بیان کی گئی تھیں،آپؓ کی شخصیت ان تمام صفات کا مکمل عکس ثابت ہوئی۔اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا سایہ ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رہا۔ انہوں نے غیر معمولی رفتار سے ترقی کی منازل طے کیں اور پیشگوئی کے ہر پہلو کو کما حقہ پورا کرتے ہوئے کامیابی کے ساتھ اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی یہ عظمتِ شان رہتی دنیا تک ان کا ذکرِ خیر باقی رکھے گی، کیونکہ وہ خدائے رحمان کی قدرت کا ایک عظیم الشان نشان تھے۔ اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ربانی نشانات کی شان و شوکت کبھی ماند نہیں پڑتی۔

شفیق اندازِ گفتگو اور سحر انگیز کلام

حضرت مصلح موعودؓ کی شخصیت محبت، زندہ دلی اور بے پناہ شفقت کا ایک ایسا حسین امتزاج تھی جس نے ہر طبقہ فکر کو متاثر کیا۔آپؓ نہ صرف ایک عظیم رہنما تھے بلکہ ایک شفیق مربی بھی تھے، جو بچوں سے لے کر بڑوں تک، جماعت کے ہر فرد کے ساتھ نہایت عزت اور پیار سے پیش آتے۔آپؓ کے نزدیک انسانی تکریم مقدم تھی، اسی لیے آپؓ ہر شخص کی عزتِ نفس کا خیال رکھتے اور کبھی کسی کو حقیر نہ جانتے۔ آپؓ کی تربیت کا انداز جہاں پختہ اور اصول پسند تھا، وہیں اس کی بنیاد خالصتاً محبت اور باہمی احترام پر قائم تھی۔

آپؓ کی گفتگو جہاں سنجیدگی اور حکمت سے بھرپور ہوتی، وہیں اس میں محبت کی ایسی مٹھاس تھی جو دلوں میں اترتی چلی جاتی۔ تلاوتِ قرآن ہو یا تقاریر، آپؓ کی آواز کا سوز اور طرزِ بیاں سامعین پر ایک وجدانی کیفیت طاری کر دیتا۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ کی تقاریر گھنٹوں جاری رہتیں، مگر سننے والے ہمہ تن گوش رہتے اور وقت کے گزرنے کا احساس تک نہ ہوتا۔

جسمانی علالت سے علومِ قرآنی کے سمندر تک

انسانی عقل اس وقت دنگ رہ جاتی ہے جب وہ آپؓ کے بچپن کے حالات کا موازنہ آپؓ کے علمی مقام سے کرتی ہے۔بچپن میں آنکھوں کی دائمی خرابی اور جگر کی تکلیف کے باعث آپؓ باقاعدہ اسکولی تعلیم حاصل کرنے سے قاصر رہے، یہاں تک کہ اساتذہ آپؓ کی لکھائی اور کمزوری دیکھ کر پڑھائی چھڑوانے کے مشورے دیتے۔مگر تقدیرِ الٰہی کچھ اور ہی فیصلہ کر چکی تھی۔ وہی بچہ جس کی صحت ناساز رہتی تھی، جب محض گیارہ سال کی عمر میں ”انجمن تشحیذ الاذہان“ کے اسٹیج پر کھڑا ہوا،تو اس کی زبان سے نکلنے والے معارفِ فرقانیہ اور حقائق و معارف نے بڑے بڑے علماء اور دانشوروں کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ یہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا پہلا ظہور تھا کہ وہ بچہ "ظاہری و باطنی علوم سے پُر کیا جائے گا"۔

اس تاریخی تقریر کے حوالے سے حضرت بھائی عبدالرحمن صاحبؓ قادیانی اپنے تاثرات کا اظہار کچھ یوں فرماتے ہیں:

”تقریر کیا تھی علوم و معرفت کا دریا اور روحانیت کا ایک سمندر تھا۔تقریر کے خاتمہ پر حضرت مولانا نور الدینؓ کھڑے ہوئے۔ آپؓ نے تقریر کی بے حد تعریف کی۔قوت بیان اور روانی کی داد دی۔ نکات قرانی اور لطیف استدلال پر بڑے تپاک اور محبت سے مرحبا جزاک اللہ کہتے ہوئے دعائیں دیتے۔نہایت اکرام کے ساتھ گھر تک ساتھ آ کر رخصت فرمایا“(ہفت روز بدر قادیان 6/فروری 2002ء)

حضرت مصلح موعودؓ کی علمی و فکری زندگی اس قدر ہمہ جہت اور وسیع تھی کہ آپؓ نے نہایت اہم اور متنوع موضوعات پر درجنوں معرکہ آرا تقاریر فرمائیں اور بیسیوں بصیرت افروز مضامین قلمبند کیے۔خوش قسمتی سے ان کا بیشتر حصہ آج بھی محفوظ ہے، جو نہ صرف آپؓ کی گہری فکر اور وسیع مطالعہ کا ثبوت ہے بلکہ آپؓ کی ہمہ گیر شخصیت کا آئینہ دار بھی ہے۔ یہ تحریریں اور تقریریں آج بھی رہنمائی کا ایک ایسا مینار ہیں جو علم و عرفان کی متلاشی روحوں کو سیراب کرتی ہیں۔

اسی جادو بیانی اور سحر انگیز شخصیت کا نقشہ کھینچتے ہوئے صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آپؓ کے مخصوص رنگِ خطابت اور" سلطان البیانی" کی کیفیت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ:

”حضورؓ کی شخصیت میں عظیم مقناطیسی کشش تھی۔ جب حضورؓ کسی موضوع پر گفتگو فرماتے تو اس کے مختلف پہلوؤں کو نہایت عمدگی سے اُجاگر فرماتے۔حضورؓ کی آواز نہایت پُر رعب اور حیرت انگیز طور پر پُرکشش تھی۔ میں تو اکثر سوچا کرتا کہ ایسی پُر شوکت معارف سے لبریز آواز سن کر بھی کوئی جماعت سے باہر رہ سکتا ہے؟ ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر حضورؓ تقریر فرما رہے تھے۔ پنڈال سے باہر کچھ لوگ کھڑے ہو کر سن رہے تھے۔حضورؓ نے تقریر روک کر فرمایا کہ پنڈال کے اندر جگہ ہے باہر والے لوگ اندر آ جائیں۔مگر وہ لوگ اندر نہیں آئے۔ پھر کچھ دیر بعد حضورؓ نے تقریر کے دوران فرمایا مجھے بتایا گیا ہے کہ باہر جو احباب ہیں وہ احمدی نہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کی تقریر تو سننی ہے مگر پنڈال کے اندر نہیں آنا۔ اندر جادو ہے ڈر ہے ہم بیعت کر لیں گے۔حضورؓ نے فرمایا کہ اگر کوئی جادو ہے تو وہ میری آواز میں ہے۔اور وہ تو باہر بھی پہنچ رہی ہے۔“

(حضرت مصلح موعودؓ کی یاد میں،روزنامہ الفضل انٹرنیشنل 2/مئی 2024)

یہ واقعہ حضرت مصلح موعودؓ کی اس ”سلطان البیانی“ اور پُرکشش آواز کا منہ بولتا ثبوت ہے جس کے سحر میں سننے والے لاشعوری طور پر گرفتار ہو جاتے تھے۔آپؓ کی آواز میں وہ رعب اور کشش تھی جو دلوں کی گہرائیوں میں اتر جاتی تھی۔آپؓ کا یہ فرمانا کہ" اگر کوئی جادو ہے تو وہ میری آواز میں ہے"، دراصل اس خداداد خطابت کی قوت کا اعتراف تھا جس کے سامنے پنڈال کے اندر اور باہر موجود ہر شخص بے بس ہو جاتا تھا۔آپؓ کی تقریر میں اس قدر تاثیر تھی کہ مخالفین اس خوف سے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں یہ آواز ان کے عقائد کی بنیادیں نہ ہلا دے اور وہ بیعت کرنے پر مجبور نہ ہو جائیں۔ یہی وجہ تھی کہ لوگوں کی زبانوں پر یہ تذکرہ عام ہو گیا کہ" اندر کوئی جادو ہو رہا ہے"۔ یہ جادو دراصل اس ”پسرِ موعود“ کی وہ مقناطیسی شخصیت تھی جسے خدا نے فصاحت و بلاغت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز کیا تھا۔ جو لوگ پنڈال کے اندر موجود ہوتے، وہ اپنی تمام تر ضروریات اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر گھنٹوں آپؓ کے کلام کے موتی سمیٹتے رہتے۔آپؓ کی اسی بے مثال خطابت اور اثر انگیزی نے دنیا کو یہ اعتراف کرنے پر مجبور کر دیا کہ ایک عظیم خطیب وہی ہوتا ہے جو اپنے الفاظ سے سامعین کے دلوں کو چھُو لے اور پیچیدہ سے پیچیدہ حقائق کو سادگی کے پیرائے میں بیان کر دے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے کلام میں وہ غیر معمولی اثر، فکری وضاحت اور جذباتی توازن موجود تھا جو نہ صرف سامعین کے ذہنوں کو دلائل سے قائل کرتا، بلکہ ان کی روحوں کو بھی ایک نئے جذبے سے سرشار کر دیتا ہے۔

مکرم صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔ امیر جماعت احمدیہ امریکہ فرماتے ہیں:

”حضورؓ بہت بلند پایہ مقرر تھے۔ میں نے دنیا

میں بہت سفر کیا ہے اور دنیا کے مشہور ترین لیڈروں کو سننے کا موقعہ ملا ہے مگر میں نے کسی کو خطابت میں حضورؓ کا پاسنگ بھی نہیں پایا۔ آپ کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ آپ اپنے خطاب سے پہاڑوں کو ہلا سکتے تھے۔ اس صداقت پر جماعت کے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگ گواہ ہیں۔ آپ سامعین کو سحرانہ رنگ تک قابو میں رکھتے۔ ہجرت کے فوراً بعد آپ نے مختلف شہروں میں پاکستان کے مختلف مسائل اور ان کے حل پر لیکچر دیئے۔ اسلامیہ کالج کے پروفیسر نے جو میرے ایک دوست کے ساتھ بیٹھے تھے بے ساختہ کہا کہ ''حضورؓ کو پاکستان کا پرائم منسٹر ہونا چاہئے'' اس سے قبل ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' کے موضوع پر لیکچر کے موقعہ پر اسلامیہ کالج کے ہسٹری کے پروفیسر نے آپ کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے یہ الفاظ کہے ''فاضل باپ کا فاضل بیٹا'' اور کہا کہ میں اپنے آپ کو اسلامی تاریخ کا علم رکھنے والا تصور کرتا تھا لیکن آپ کا لیکچر سننے کے بعد احساس ہوا کہ میں تو بالکل طفل مکتب ہوں۔

اسلامیہ کالج لاہور کا تاریخی معرکہ اور علمی شاہکار

حضرت مصلح موعودؓ کی "سلطان البیانی" کا ایک عظیم الشان مظہر وہ معرکہ آرا لیکچر ہے جو آپؓ نے اسلامیہ کالج لاہور میں ''مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی'' کے زیرِ اہتمام بعنوان ''اسلام میں اختلافات کا آغاز'' دیا۔ تاریخِ اسلام پر آپؓ کا عبور اس قدر مکمل اور عالمانہ تھا کہ نامور مؤرخین بھی ششدر رہ گئے۔

اس عالمانہ خطاب پر تبصرہ کرتے ہوئے سید عبدالقادر صاحب (ایم اے، پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور) لکھتے ہیں:

''فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کا نامِ نامی ہی اس بات کی ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ بہت کم مؤرخ حضرت عثمانؓ کے عہد کی خانہ جنگی کی اصلی وجوہات تک پہنچ سکے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب نہ صرف ان اسباب کو سمجھنے میں کامیاب رہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح اور مدلل پیرائے میں ان واقعات کو بیان فرمایا ہے۔ میرا خیال ہے کہ ایسا مدلل مضمون اسلامی تاریخ سے دلچسپی رکھنے والوں کی نظر سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا۔''

(اسلام میں اختلافات کا آغاز صفحہ تمہید مطبوعہ نومبر 1930ء)

احمدیہ ہاسٹل لاہور کا ایک خطاب

اسلام کے اقتصادی نظام سے متعلق لاہور میں احمدیہ ہاسٹل میں حضورؓ کا ایک خطاب ہوا۔

''یہ تقریر تقریباً اڑھائی گھنٹے تک جاری رہی۔ اس تقریر میں احمدی احباب کے علاوہ ہزاروں کی تعداد میں مسلم اور غیر مسلم معززین بھی شامل تھے۔'' پڑھے لکھے لوگ تھے۔ غیر احمدی مسلمان اور دوسرے غیر مسلم لوگ بھی ''جن کی اکثریت اعلیٰ درجہ کے تعلیم یافتہ طبقہ اور پنجاب یونیورسٹی کے پروفیسرز اور طلباء سے تعلق رکھتی تھی۔ تقریر کے دوران پروفیسرز، وکلاء اور دیگر اہل علم دوست کثرت سے نوٹس لیتے رہے۔''

(انوار العلوم جلد 18 تعارف کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' تعارفی صفحہ 1)

''اس تقریر کو حاضرین نے ایسے شوق سے سنا کہ اتنے لمبے عرصہ تک لوگ اس طرح بیٹھے رہے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔'' اڑھائی گھنٹے تک لگاتار تقریر تھی۔ ''ایک پروفیسر تو اِس تقریر کو سن کر رو پڑے اور بعض کمیونزم کے حامی طلباء نے اِس خیال کا اظہار کیا کہ وہ اسلامی سوشلزم کے قائل ہو گئے ہیں اور اب اسے صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔ یونیورسٹی اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے ایم۔ اے کے بعض طلباء نے حضور کی اس تقریر کے متعلق یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کا انگریزی ترجمہ چھپوا کر یونیورسٹی اکنامکس ڈیپارٹمنٹ کے پروفیسروں کے پاس بھیجا جانا چاہئے۔'' اس زمانے میں انگریزوں کی حکومت تھی اکثر انگریز پروفیسر ہوا کرتے تھے۔ ''نیز انہوں نے یہ بھی کہا کہ جہاں مختلف سکیمیں ہندوستان کی آئندہ ترقی اور بہبودی کیلئے دوسرے لوگوں کی طرف سے پیش ہو رہی ہیں وہاں یہ اسلامی نظام جو حضور نے پیش فرمایا ہے مسلمانوں کے خیالات کی نمائندگی کرے گا۔''

(انوار العلوم جلد 18 تعارف کتاب ''اسلام کا اقتصادی نظام'' صفحہ 2-3)

اس تقریر کی صدارت مسٹر رامچند مچندہ صاحب ایڈووکیٹ ہائی کورٹ لاہور نے کی تھی۔ لکھنے والا یہ لکھتا ہے کہ اس پرشوکت تقریر کے بعد صدر جلسہ جناب لالہ رامچند مچندہ صاحب نے ایک مختصر تقریر کی۔ کہتے ہیں کہ

''...... میں غیر مسلم دوستوں سے کہوں گا کہ اس قسم کے اسلام کی عزت و احترام کرنے میں آپ لوگوں کو کیا عذر ہے؟ آپ لوگوں نے جس سنجیدگی اور سکون سے اڑھائی گھنٹہ تک حضور کی تقریر سنی ہے اگر کوئی یورپین اس بات کو دیکھتا تو وہ حیران ہوتا کہ ہندوستان نے اتنی ترقی کر لی ہے۔''

ویمبلے مذہبی کانفرنس

اس کانفرنس میں اسلام کی برتری وحقانیت کے متعلق حضور نے جو معرکۂ آراء مضمون تیار فرمایا وہ ''Ahmadiyyat or the true Islam'' (احمدیت یعنی حقیقی اسلام) کے نام سے دنیا بھر میں مشہور ہے۔ اس مضمون میں اسلام کی بنیادی تعلیمات ان کی حکمت وفلسفہ بڑے دلنشیں انداز اور مدلل طریق پر بیان کیا گیا ہے۔ یہ مضمون جس تفصیل و بیان کا تقاضا کرتا تھا اس کی وجہ سے اسکی ضخامت اتنی ہوگئی کہ کانفرنس کے مجوزہ وقت میں اسے بیان کرنا ممکن نہ تھا چنانچہ حضور نے ایک مختصر مضمون تیار فرمایا جسکا انگریزی ترجمہ Ahmadiyya Movement کے نام سے شائع ہوا جو اس مجلس میں حضور کے ارشاد پر چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے پڑھا۔ حضور اپنے تمام رفقاء سمیت اس مجلس میں موجود تھے۔ یہاں اس امر کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ جب حضرت چوہدری صاحبؓ مضمون پڑھنے کیلئے اُٹھنے لگے تو حضورؓ نے ان کے کان میں فرمایا ''گھبرانا نہیں میں دعا کروں گا'' حضرت چوہدری صاحبؓ جیسے انگریزی زبان پر عبور رکھنے والے مشاق لیکچرار کیلئے یہ الفاظ اور زیادہ خدائی امداد و یقین کا باعث ہوئے اور یہ تقریر تمام سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنی۔ اور مضمون کے خاتمہ پر اجلاس کے صدر مسٹر تھیوڈور ماریسن نے اپنے تبصرہ میں کہا کہ

''مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں صرف اپنی طرف سے اور حاضرین جلسہ کی طرف سے مضمون کی خوبیٔ ترتیب، خوبیٔ خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریق استدلال کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبان حال سے میری رائے کے ساتھ متفق ہیں اور مجھے یقین ہے کہ میں ان کی طرف سے شکریہ ادا کرنے میں حق پر ہوں اور ان کی ترجمانی کر رہا ہوں۔''

(الفضل 18 نومبر 1924ء)

ایک مشہور فرانسیسی عالم جو موازنہ مذاہب میں بہت مہارت رکھتے تھے۔ یہ مضمون سن کے بے ساختہ کہنے لگے۔

Well put, well arranged, well dealt

یعنی خوب بیان کیا گیا، خوب ترتیب دیا گیا اور خوب پیش کیا گیا۔ اکثر حاضرین کی زبان پر تھا کہ

Rare addresses, one cannot hear such addresses every day

ایک نادر خطاب، ایسے اچھوتے مضامین ہر روز سننے میں نہیں آتے۔

حضور کی سلطان البیانی کا یہ عالم تھا کہ آپ کی پر کشش تقاریر سن کر احمدیت سے تعصب کرنے والے بھی محبت کے دریا میں غوطہ لگانے پر مجبور ہو جاتے۔

مکرم مولانا عبدالباسط شاہد صاحب بیان کرتے ہیں

"ایک غیر از جماعت دانشور نے قادیان جا کر حضرت مصلح موعودؓ کا خطاب سننے کے بعد لکھا: سارا ہجوم اس پاک نفس کی ایک چھوٹی انگلی کے اشارے پر چل رہا ہے۔ ہر شخص سر تسلیم خم کرتا ہوا اور اپنے امام کی محبت میں رنگین ہوتا ہوا نظر آ رہا ہے۔ یہ شخص قلم کا دھنی بھی ہے۔ تقریر کا اعلیٰ درجہ کا ماہر بھی اور تنظیم کا اعلیٰ درجہ کا گورنر بھی۔"

(روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 17/فروری 2011ء)

آپؓ کا وجودِ مسعود محض ایک پیشگوئی کا پورا ہونا نہ تھا، بلکہ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ خدا آج بھی اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے ایسے وجود پیدا فرماتا ہے جو "علومِ ظاہری و باطنی سے پُر" ہوتے ہیں۔ یہ نشانِ رحمت رہتی دنیا تک ہر اس پیاسی روح کے لیے اطمینان کا باعث رہے گا جو خدا کی ہستی اور سچے دین کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا تھا

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

اس عظیم الشان پیشگوئی کے ایمان افروز ظہور کو دیکھ کر اور اس پیشگوئی کی جاری و ساری عالمگیر تاثیرات کو اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرنے کے بعد آج الحمد للہ ہم پورے یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات محض ایک فرد کا نام نہیں، بلکہ وہ خدائے واحد کی اس قدرتِ کاملہ کا ظہور تھی جس نے اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کے لیے تائیدِ غیبی کا وعدہ کر رکھا تھا۔ آپؓ کے وجودِ مسعود نے دنیا کے کناروں تک توحید کا جھنڈا بلند کر کے یہ ثابت کر دیا کہ مسیحِ محمدیؑ کا یہ جری جرنیل واقعی وہ ''مبارک فرزند'' تھا جس نے اپنے مولیٰ سے پیار کا ایسا تعلق نبھایا کہ زمین و آسمان کی گواہیاں اس کے حق میں پکار اٹھیں کہ

اب وقت آ گیا ہے کہ کہتے ہیں حق شناس
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے
اے فضل عمر تیرے اوصاف کریمانہ
بتلا ہی نہیں سکتا میرا فکر سخن دانا

☆☆☆

ارشاد باری تعالیٰ

هُوَ الَّذِيٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

﴿سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ:8﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے تجھ پر کتاب اتاری اُسی میں سے محکم آیات بھی ہیں، وہ کتاب کی ماں ہیں۔ اور کچھ دوسری متشابہ (آیات) ہیں۔

طالب دعا: محمد منیر احمد ولد مکرم غلام محمد سنوری صاحب مرحوم وافراد خاندان (صدر جماعت احمدیہ کامار یڈی)

ارشاد باری تعالیٰ

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○

﴿سُوْرَةُ اٰلِ عِمْرٰنَ:9﴾

ترجمہ: اے ہمارے ربّ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ اور ہمیں اپنی طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

طالب دعا: بی۔ ایم۔ خلیل احمد ولد مکرم بی۔ ایم۔ بشیر احمد صاحب وافراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیاتِ طیبہ اور کارہائے نمایاں پر ایک طائرانہ نظر

(حافظ سید رسول نیاز، مربی سلسلہ نظارت نشرو اشاعت قادیان)

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کا بابرکت وجود کئی پیشگوئیوں پر مشتمل تھا۔ جن کے مطابق آپؓ 25 سال کی عمر میں خلیفۃ المسیح منتخب ہوئے اور پھر 52 سال تک اِس عظیم ذمہ داری کو سرانجام دیتے رہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک مسیحی نفس لڑکے کی پیدائش کی خبر دی جو دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جانا تھا اور بتلایا گیا کہ وہ نو سال کے عرصہ میں ضرور پیدا ہو جائے گا۔ اس پیشگوئی کے مطابق سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب حضرت اماں جان نصرت جہاں بیگم کے بطن سے 12 جنوری 1889ء بروز ہفتہ تولد ہوئے۔ الہام الٰہی میں آپ کا نام محمود، بشیر ثانی اور فضل عمر بھی رکھا گیا اور کلمۃ اللہ نیز فخرِ رسل کے خطابات سے نوازا گیا۔ چونکہ آپ کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بہت سی بشارات ملی تھیں اس لئے حضور آپ کا بہت خیال رکھتے۔ کبھی آپ کو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کی۔ بچپن سے آپ کی طبیعت میں دین سے رغبت تھی۔ دعا میں شغف تھا اور نمازیں بہت توجہ سے ادا کرتے تھے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم مدرسہ تعلیم الاسلام میں پائی۔ صحت کی کمزوری اور نظر کی خرابی کے باعث آپ کی تعلیمی حالت اچھی نہ رہی اور آپ ہر جماعت میں رعایتی ترقی پاتے رہے۔ مڈل اور انٹرنس (میٹرک) کے سرکاری امتحانوں میں فیل ہوئے اس طرح دنیوی تعلیم ختم ہوگئی۔ خدا تعالیٰ نے پیش گوئی کے مطابق خود آپ کو ظاہری و باطنی تعلیم دی۔ جس کو دنیا نے دیکھا۔ اس درسی تعلیم کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اپنی خاص تربیت میں لیا۔ قرآن کریم کا ترجمہ تین ماہ میں پڑھا دیا۔ پھر بخاری بھی تین ماہ میں پڑھا دی۔ کچھ طب بھی پڑھائی اور چند عربی کے رسالے پڑھائے۔ قرآنی علوم کا انکشاف تو موہبت الٰہی ہوتی ہے مگر یہ درست ہے کہ قرآن کریم کی چاٹ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ہی لگائی۔ جب آپ کی عمر 17، 18 سال کی تھی ایک دن خواب میں ایک فرشتہ ظاہر ہوا اور اس نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر سکھائی۔ اس کے بعد سے تفسیر قرآن کا علم خدا تعالیٰ خود عطا کرتا چلا گیا۔

1906ء میں جب کہ آپ کی عمر 17 سال تھی۔ صدر انجمن احمدیہ کا قیام عمل میں آیا تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو مجلس معتمدین کا رکن مقرر کیا۔ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب المصلح الموعود رضی اللہ عنہ کی ابتدائی عمر کے مطالعہ سے ہی یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خدمتِ دین کی لگن، شوق اور ولولہ عطا فرمایا تھا اور آپؓ پختہ عزم اور ارادے کے ساتھ مسیح الزماں کے مشن کے سپاہی بن گئے تھے۔ 26 مئی 1908ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جب وصال ہوا۔ اُس وقت آپ کی عمر صرف اُنیس سال تھی، اپنے پیارے امام کی جدائی پر غم کا ایک پہاڑ آپ پر ٹوٹ پڑا۔ لیکن آپ نے اس بڑے صدمے کے موقع پر بھی اپنے آپ کو سنبھالا دیا اور جذباتِ غم سے مغلوب ہو کر نڈھال بیٹھنے کی بجائے ممکنہ طور پر اٹھنے والی مخالفت اور اس کے مقابلے کے لیے اپنے آپ کو تیار کیا، آپؓ خود فرماتے ہیں۔ ’’مَیں نے اسی جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سرہانے کھڑے ہو کر کہا کہ اے خدا! مَیں تجھ کو حاضر ناظر جان کر تجھ سے سچے دل سے یہ عہد کرتا ہوں کہ اگر ساری جماعت احمدیت سے پھر جائے تب بھی وہ پیغام جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ تُو نے نازل فرمایا ہے مَیں اس کو دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلاؤں گا۔...... میرے جسم کا ہر ذرّہ اِس عہد میں شریک تھا اور اُس وقت میں یقین کرتا تھا کہ دنیا اپنی ساری طاقتوں اور قوتوں کے ساتھ مل کر بھی میرے اس عہد اور اِس ارادہ کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 18/فروری 1944ء۔ خطبات محمود جلد 25 صفحہ 134)

لوگ جذبات کی رَو میں بہ کر وقتی طور پر ایسے عہد و پیمان کر جاتے ہیں لیکن آگے ان کو نبھا نہیں پاتے اور زمانے کی گردشوں میں اُسے بھول جاتے ہیں لیکن حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی زندگی کا ہر ایک دن اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ نے مرتے دم تک نہایت اولوالعزمی کے ساتھ اپنے اس عہد کو نبھایا۔

یہ عہد آپ کی اولوالعزمی اور غیرتِ دینی کی ایک روشن دلیل ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ آپ نے اس عہد کو خوب نبھایا۔ 15، 16 برس کی عمر میں پہلی مرتبہ آپ کو یہ الہام ہوا اِنَّ الَّذِیۡنَ اتَّبَعُوۡكَ فَوۡقَ الَّذِیۡنَ كَفَرُوۡۤا اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَةِ۔ اس پہلے الہام میں ہی اس امر کی بشارت موجود تھی کہ آپ ایک دن جماعت کے امام ہوں گے۔ قرآن کریم کا فہم آپ کو بطور موہبت عطا ہوا تھا۔ جس کا اظہار ان تقاریر سے ہوتا تھا جو وقتاً فوقتاً آپ جلسہ سالانہ پر یا دوسرے مواقع پر کرتے تھے۔ آیت کریمہ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ کے مطابق یہ اس امر کا ثبوت تھا کہ سیّدنا پیارے محمود کے دل میں خدا اور اس کے رسول اور اس کے کلامِ پاک کی محبت کے سوا کچھ نہ تھا۔ لیکن بُرا ہو حسد اور بُغض کا۔ منکرینِ خلافت آپ کے خلاف بھی منصوبے بناتے رہتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح حضرت خلیفہ اوّلؓ آپ سے بدظن ہو جائیں۔ ان کو آپ سے دشمنی اس بناء پر تھی کہ اوّل تو آپ حضرت خلیفہ اوّل کے کامل فرمانبردار اور حضور کے دست و بازو اور زبردست مؤید تھے۔ دوسرے آپ کے تقویٰ و طہارت، تعلق باللہ، اجابتِ دعا اور مقبولیت کی وجہ سے انہیں نظر آ رہا تھا کہ جماعت میں آپ کی ہر دلعزیزی اور مقبولیت روز بروز ترقی کر رہی ہے اور خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل بھی آپ کا بے حد اکرام کرتے ہیں۔ ان وجوہات کے باعث آپ کا وجود منکرین خلافت کو خار کی طرح کھٹکتا تھا۔

خلافتِ اُولیٰ کے دَور میں آپ نے ہندوستان کے مختلف علاقوں نیز بلادِ عرب و مصر کا سفر کیا۔ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ ۱۹۱۱ء میں آپ نے مجلس انصار اللہ قائم فرمائی اور ۱۹۱۳ء میں اخبار الفضل جاری کیا اور اس کی ادارت کے فرائض اپنی خلافت کے دَور تک نہایت عمدگی اور قابلیت سے سرانجام دیئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سخت بیماری کہ وجہ سے 27 فروری 1914ء کو بعد نماز جمعہ ڈولی پر بیٹھ کر حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کی کوٹھی دارالسلام میں تشریف لے گئے۔ حضرت سیدنا محمود بھی شب و روز اسی کوٹھی (موجودہ النور نمائش) میں رہنے لگے اور آپ کا اکثر وقت حضور کی خدمت میں گزرتا تھا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی دوربین نگاہ نے اپنی بیماری کے ایام میں اپنے قدیم طریق کے مطابق اپنی جگہ نمازوں کی امامت اور جمعہ کے خطبات کیلئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو مقرر فرمایا تھا۔ اور حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے بعد 14/مارچ 1914ء کو مسجد نور میں خلافتِ ثانیہ کا انتخاب عمل میں آیا۔ دو اڑھائی ہزار افراد نے جو اس وقت موجود تھے بیعتِ خلافت کی۔ قریباً پچاس افراد ایسے تھے جنہوں نے بیعت نہیں کی اور اختلاف کا راستہ اختیار کیا۔ اختلاف کرنے والوں میں مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب جو اپنے آپ کو سلسلہ کا عمود سمجھتے تھے پیش پیش تھے۔ خلافت سے انکار اور حبل اللہ کی ناقدری کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہ لوگ (قادیان) سے منقطع ہوئے۔ صدر انجمن احمدیہ سے منقطع ہوئے۔ نظام وصیت سے منقطع ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت سے منکر ہوئے اور اپنے کئی عقائد و نظریات میں اس لئے تبدیلی کرنے پر مجبور ہوئے کہ شاید عوام میں مقبولیت حاصل ہو لیکن وہ بھی نصیب نہ ہوئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خود اس کیفیت کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

’’مجھے بیعت کے الفاظ یاد نہ تھے اور مَیں نے اس بات کا عذر بنانا چاہا.... اس پر مولوی سرور شاہ صاحب نے کہا مَیں الفاظِ بیعت دہراتا جاؤں گا آپ بیعت لے لیں۔ تب مَیں نے سمجھا کہ خدا تعالیٰ کا یہی منشا ہے اور اس کے منشا کو قبول کیا اور لوگوں سے بیعت لی۔‘‘ (آئینہ صداقت: صفحہ 190 تا 191)

افراد جماعت سے آپ کو غیر معمولی محبت تھی۔ یہ حقیقت ہے کہ جماعت کے افراد آپ کو اپنے اہل و عیال اور عزیزوں سے بہت زیادہ پیارے تھے ان کی خوشی سے آپ کو خوشی پہنچتی تھی اور ان کے دکھ سے آپ کرب میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ جب آپ خلیفہ منتخب ہوئے تو اسی سال جلسہ سالانہ پر خطاب کرتے فرمایا:

’’کیا تم میں اور ان میں جنہوں نے خلافت سے روگردانی کی ہے کوئی فرق ہے؟ ایک بہت بڑا فرق یہ ہے کہ تمہارے لئے ایک شخص تمہارا درد رکھنے والا، تمہاری محبت رکھنے والا، تمہارے دکھ کو اپنا دکھ جاننے والا، تمہاری تکلیف کو اپنی تکلیف جاننے والا، تمہارے لئے خدا کے حضور دعائیں کرنے والا ہے۔ مگر ان کے لئے نہیں تمہارا اسے فکر ہے درد ہے اور وہ تمہارے لئے اپنے مولا کے حضور تڑپتا رہتا ہے لیکن ان کے لئے ایسا کوئی نہیں ہے۔ کسی کا اگر ایک بیمار ہو تو اس کو چین نہیں آتا لیکن تم ایسے انسان کی حالت کا اندازہ کر سکتے ہو جس کے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بیمار ہوں۔‘‘ (برکات خلافت انوار العلوم جلد 2 صفحہ 156)

17 مارچ 1914ء کو حضورؓ نے مسجد اقصیٰ قادیان میں درس القرآن کا آغاز فرمایا۔ 20 مارچ 1914ء کو دور خلافت کا پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ 10/اپریل 1914ء کو خلافتِ ثانیہ میں صدر انجمن احمدیہ کا پہلا اجلاس آپؓ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ 12/اپریل کو ’’منصبِ خلافت‘‘ کے موضوع پر آپؓ نے خطاب فرمایا۔ ماہِ جون میں نظامِ دکن کو تبلیغ کی خاطر ’’تحفۃ الملوک‘‘ تصنیف فرمائی۔ ماہِ مارچ 1915ء میں سیلون اور ماہِ جون میں ماریشس میں جماعتِ احمدیہ کا مشن قائم ہوا۔ اسی سال معروف، مخلص و خادمِ سلسلہ حضرت سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد دکن نے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کی۔ مارچ 1916ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بھائی مرزا غلام قادر صاحب کی بیوہ حُرمت بی بی (تائی صاحبہ) بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئیں۔ جس سے ’’تائی آئی‘‘ الہام پورا ہوا۔ 24 فروری 1917ء کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کے ختمِ قرآن پر آمین کی تقریب منعقد ہوئی۔ اسی سال 21 جون کو آپؓ نے قادیان میں نور ہسپتال کا سنگِ بنیاد رکھا۔ یکم جنوری 1919ء کو آپؓ نے انجمن احمدیہ میں نظارتوں کا نظام قائم فرمایا۔ 26 فروری 1919ء کو حبیبہ ہال لاہور میں ’’اسلام میں اختلافات کا آغاز‘‘ کے موضوع پر عظیم الشان لیکچر بیان فرمایا۔ اسی سال ماہِ جون میں قادیان میں یتیم خانہ قائم ہوا۔ 15 فروری 1920ء کو حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ امریکہ میں مشن قائم کرنے کے لیے فلاڈلفیا کی بندرگاہ میں اترے مگر آپ کو شہر میں جانے سے روک دیا گیا تھا۔ لیکن ماہِ مئی میں امریکہ میں داخل ہو کر تبلیغ کرنے کی اجازت مل گئی۔ 7 جون 1920ء کو آپؓ نے مسجد احمدیہ لندن کیلئے چندہ کی تحریک فرمائی اور زمین خرید پر 9 ستمبر کو قادیان میں پُرمسرت تقریب منعقد ہوئی۔

22/اگست 1921ء کو آپؓ کشمیر میں حضرت عیسیٰ

علیہ السلام کے مزار پر دعا کیلئے تشریف لے گئے۔ 15، 16/اپریل 1922ء کو جماعتِ احمدیہ کی مستقل طور پر پہلی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی۔ 12 جولائی 1924ء کو آپؓ اپنے پہلے سفر یورپ پر قادیان سے روانہ ہوئے۔ 17/اگست کو آپؓ نے اٹلی کے وزیر اعظم مسولینی سے ملاقات فرمائی۔ 22/اگست کو لندن میں پہلی دفعہ ورود فرمایا۔ 9 ستمبر کو ''اسیٹ اینڈ ویسٹ'' یونین کے اجلاس میں پہلا انگریزی لیکچر دیا۔ 23 ستمبر کو ویمبلے کانفرنس میں آپؓ کا مضمون ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ نے پڑھ کر سنایا۔ 19 اکتوبر کو حضورؓ نے مسجد فضل لندن کی بنیاد رکھی اور 24 نومبر کو حضورؓ پہلے سفر یورپ کے بعد واپس قادیان تشریف لائے۔ جنوری 1926ء میں قادیان میں تار گھر کا افتتاح ہونے پر پہلا تار حضورؓ کی طرف سے ہندوستان کی بعض مشہور جماعتوں کے نام بھیجا گیا۔ 3/اکتوبر کو سر شیخ عبدالقادر صاحب نے مسجد فضل لندن کا افتتاح کیا۔ اسی سال پہلی بار احمدی مستورات کے جلسہ سالانہ کا آغاز ہوا۔ 20 مئی 1928ء کو حضورؓ نے جامعہ احمدیہ کا فتتاح فرمایا۔ 17 جون کو حضورؓ کی تحریک پر ہندوستان کے طول وعرض میں پہلا عظیم الشان یوم سیرت النبیؐ منایا گیا۔ 19 دسمبر کو قادیان میں ریل گاڑی پہلی پہنچی۔ جس میں سفر کرتے ہوئے حضورؓ کثیر احباب کے ساتھ امرتسر سے قادیان تشریف لائے۔ دسمبر 1930ء میں حضرت صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب پسر حضرت مسیح موعود علیہ السلام احمدیت میں شامل ہوئے۔ 25 جولائی 1931ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ''آل انڈیا کشمیر کمیٹی'' کے صدر منتخب کیے گئے۔ یکم جنوری 1933ء کو حضورؓ نے ہوائی جہاز میں پہلی بار سفر اختیار فرمایا۔

23 نومبر 1934ء کو آپؓ نے تحریک جدید کے اجراء کا اعلان فرمایا۔ 2 مارچ کو قادیان میں حضورؓ نے دارالصنعت کا افتتاح فرمایا۔ 14 دسمبر 1936ء کو قادیان میں ٹیلی فون کا افتتاح فرماتے ہوئے آپؓ نے حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحبؓ سے گفتگو فرمائی۔ 7 جنوری 1938ء کو حضورؓ نے پہلی بار مسجد اقصیٰ میں لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ یکم اکتوبر 1938ء کو ایک رؤیا کی بناء پر حضورؓ کا سفر حیدر آباد دکن شروع ہوا۔ اسی سفر کے متعلق بعد میں حضورؓ نے ''سیر روحانی'' کے عنوان پر عظیم الشان خطابات بیان فرمائے۔ 3 دسمبر 1939ء کو دنیا بھر میں جماعت کی طرف سے پہلا ''یومِ پیشوایانِ مذاہب'' نہایت جوش وخروش سے منایا گیا۔ 28 دسمبر 1939ء کو حضورؓ کی خلافت کے 25 سال مکمل ہونے پر جوبلی کی تقریب منائی گئی۔ اس جلسہ پر حضورؓ نے پہلی دفعہ لوائے احمدیت لہرایا۔ پھر لوائے خدام الاحمدیہ لہرایا اور زنانہ جلسہ گاہ میں لجنہ اماء اللہ کا جھنڈا لہرایا۔

26 جنوری 1940ء کو حضورؓ کی قائم کردہ ہجری شمسی تقویم پہلی دفعہ الفضل میں شائع ہوئی۔ اور پھر یہی کیلنڈر بعد میں جماعت میں رائج ہوگیا۔ 1943ء میں حضورؓ نے افتاء کمیٹی قائم فرمائی۔ 28 جنوری 1944ء کو حضورؓ نے بحکم الٰہی پہلی دفعہ مصلح موعود کے بارے میں پیشگوئی کا مصداق ہونے کا دعویٰ قادیان میں فرمایا اور 29 جنوری کو قادیان میں پہلی بار یومِ مصلح موعود منایا گیا۔ 4 جون 1944ء کو تعلیم الاسلام کالج قادیان کا حضورؓ نے افتتاح فرمایا۔ 26، 27، 28 دسمبر 1946ء کی تاریخوں میں متحدہ ہندوستان کا آخری جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ جس میں حاضرین کی تعداد 39700 تھی۔

31/اگست 1947ء کو حضورؓ نے قادیان سے پاکستان کی طرف ہجرت فرمائی اور لاہور پہنچے۔ 5/اگست 1948ء کو صدر انجمن احمدیہ پاکستان نے حکومت سے اراضی ربوہ کا قبضہ حاصل کیا اور 20 ستمبر کو ربوہ کا افتتاح فرمایا۔

15، 16، 17/اپریل 1949ء کو ربوہ میں پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔ 31 مئی 1950ء کو آپؓ نے چند مرکزی عمارات کا سنگِ بنیاد رکھا۔ 21 مئی 1951ء کو ربوہ میں ٹیلیفون کا اجراء ہوا۔ پہلا فون امیر جماعتِ احمدیہ قادیان کو کیا گیا۔ جس میں حضورؓ نے جماعت کو سلام، بیماروں کی عیادت اور دعاؤں کی تحریک فرمائی تھی۔ 10 مارچ 1954ء کو مسجد مبارک ربوہ میں بعد نمازِ عصر حضورؓ پر ایک شخص عبدالحمید نے قاتلانہ حملہ کیا۔ 7 اکتوبر 1954ء کو حضرت چوہدری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب عالمی عدالت کے صدر منتخب ہوئے۔ 29/اپریل 1955ء کو حضورؓ دوسرے سفر یورپ کے سلسلہ میں کراچی سے روانہ ہوئے۔ اور 28 ستمبر کو واپس ربوہ تشریف لائے۔ 7 جولائی 1957ء کو جامعۃ المبشرین کو جامعہ احمدیہ میں مدغم کر دیا گیا۔ ماہِ دسمبر 1957ء میں حضورؓ نے وقفِ جدید کی تحریک کا اعلان فرمایا۔ 1964ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت پر پچاس سال ہونے پر اللہ تعالیٰ کے حضور احباب جماعت نے تشکرانہ دعائیں کیں اور دنیا بھر میں پھیلے ہوئے احمدیوں کی طرف سے تجدید عہد بیعت کیا گیا۔

7، 8 نومبر 1965ء کی درمیانی شب تقریباً رات 2 بجے 77 سال کی عمر میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے۔ وکان امراً مقضیا۔

آپ کی وفات کا پتہ لگتے ہی دور ونزدیک کے ہزاروں احمدی ربوہ آنے شروع ہو گئے۔ اگلے روز جماعت نے اکٹھے ہوکر اپنے نئے امام کا انتخاب کیا اور حضرت مرزا ناصر احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا خلیفہ منتخب کر کے ان کی بیعت کی۔ 9 نومبر کی شام کو آپ کا جنازہ بہشتی مقبرے لے جایا گیا۔ جہاں حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے بے شمار احمدیوں کے ساتھ آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آپ کا مزار آپ کی والدہ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ کے پہلو میں بنایا گیا۔

خواجہ حسن نظامی صاحب فرماتے ہیں: ''اکثر بیمار رہتے ہیں مگر بیماریاں ان کی عملی مستعدی میں رخنہ نہیں ڈال سکیں انہوں نے مخالفت کی آندھیوں میں اطمینان کے ساتھ کام کر کے اپنی مغلئی جوانمردی کو ثابت کر دیا اور یہ بھی کہ مغل ذات کارفرمائی کا خاص سلیقہ رکھتی ہے۔ سیاسی سمجھ بھی رکھتے ہیں اور مذہبی عقل وفہم میں بھی قوی ہیں اور جنگی ہنر بھی جانتے ہیں یعنی دماغی اور قلمی جنگ کے ماہر ہیں۔''

(اخبار عادل دہلی 24/اپریل 1933ء، بحوالہ بدر 6/ فروری 2002ء)

حضورؓ نے پیشگوئی کے مطابق عظیم الشان علمی کارنامہ سرانجام دیتے ہوئے بے شمار خطابات اور لیکچر بیان فرمائے، کتب تصنیف فرمائیں۔ جن میں تفسیر کبیر، تفسیر صغیر، کتب کا مجموعہ انوار العلوم شامل ہیں۔ جماعتی تربیت اور جماعتی مقاصد کو اعلیٰ رنگ میں سرانجام دینے کے لیے پانچ ذیلی تنظیموں لجنہ اماء اللہ، ناصرات الاحمدیہ، مجلس انصار اللہ، مجلس خدام الاحمدیہ اور اطفال الاحمدیہ کا قیام فرمایا۔

آپؓ کی ازواج کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1) حضرت سیّدہ محمودہ بیگم صاحبہؓ (2) حضرت سیّدہ امتہ الحئ بیگم صاحبہؓ (3) حضرت سیّدہ مریم بیگم صاحبہؓ (4) حضرت سیّدہ سارہ بیگم صاحبہ (5) حضرت سیّدہ عزیزہ بیگم صاحبہ (6) حضرت سیّدہ مریم صدیقہ صاحبہ (7) حضرت سیّدہ بشریٰ بیگم صاحبہ

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہمیں ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اب ہمارا بھی کام ہے کہ اپنے دائرے میں مصلح بننے کی کوشش کریں۔ اپنے علم سے، اپنے قول سے، اپنے عمل سے اسلام کے خوبصورت پیغام کو ہر طرف پھیلا دیں۔ اصلاح نفس کی طرف بھی توجہ دیں۔ اصلاح اولاد کی طرف بھی توجہ دیں اور اصلاح معاشرہ کی طرف بھی توجہ دیں۔ اور اس اصلاح اور پیغام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ جس کا منبع اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بنایا تھا۔ پس اگر ہم اس سوچ کے ساتھ اپنی زندگیاں گزارنے والے ہوں گے تو یوم مصلح موعود کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔'' (خطبات مسرور جلد 9 صفحہ 91-92)

محترمہ صاحبزادی امتہ القدوس بیگم صاحبہؓ نے اپنے منظوم کلام میں کیا خوب فرمایا ہے:

خدا نے خود اسے 'فضل عمر' کہہ کے پکارا تھا
عمر سا دبدبہ ویسی ہی شوکت اس کو حاصل تھی
وجیہہ و پاک لڑکے کی خدا نے خود خبر دی تھی
عجب رنگِ ذکا، شانِ وجاہت اس کو حاصل تھی
وہ ذہن وفہم کہ جس کے خدا نے خود گواہی دی
ذہانت اس کو حاصل تھی، فراست اس کو حاصل تھی

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مصلح موعودؓ کے توقعات کے مطابق اسلام اور احمدیت کی تعلیمات پر عمل کرنے اور تمام دنیا میں پھیلانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

اوڑھنی والیوں کے لئے پھول

مستورات سے خطابات کا مجموعہ

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے دور خلافت میں مستورات کی تربیت کی خاطر ان کے مختلف جلسوں میں تقاریر فرمائیں جو علم کے خزائن اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جن میں کہیں آپ نے ان کو روحانی علوم سے روشناس کروایا ہے اور کہیں تربیت نفس و اولاد پر زور دیا ہے، کہیں قومی ذمہ داریوں کی طرف ان کو توجہ دلائی ہے اور کہیں اولاد کی تربیت کے گُر بتائے ہیں اور کہیں ان کی صلاحیتوں کو ابھارا ہے۔ غرض یہ تقاریر مشعل راہ کا کام دیتی ہیں۔ ان تقاریر کا یہ مجموعہ بھی حضورؓ کی ہی خواہش کو پورا کرنے کے لئے مرتب کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپؓ نے فرمایا تھا کہ

''اس کے لئے تربیت کی ضرورت ہے، لیکچروں سے یہ کام نہیں ہوسکتا۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ قوم کے لئے دستور العمل بنایا جائے، ایک کتاب تیار کی جائے جس میں لکھا جائے کہ عورتوں کو بچوں کی تربیت اس طرح کرنی چاہیئے تاکہ عورتیں اسے پڑھ کر اس پر عمل کریں ورنہ یہ کوئی نہیں کرسکتا کہ الفضل اور ریویو کے فائل اپنے پاس رکھ چھوڑے۔۔۔۔''

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

منافقوں پر سب سے گراں نماز عشاء اور فجر ہے
کاش کہ وہ جانتے جو ثواب عشاء اور فجر کی نماز میں ہے

(صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب ذکر العشاء)

طالب دعا: شیخ صادق علی وافراد خاندان (جماعت احمدیہ تالبرکوٹ، صوبہ اڈیشہ)

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جس نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کیا
اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کرے گا سوائے اسکے کہ وہ ایسا گناہ کرے جو نا قابل معافی ہو

(جامع ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب فی رحمۃ الیتیم، حدیث 1840)

طالب دعا: سید وسیم احمد وافراد خاندان (جماعت احمدیہ سورو ضلع بالاسور، صوبہ اڈیشہ)

نظامِ قضاء کی تنظیم و ترقی میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا انقلابی کردار

زین الدین حامد ناظم دارالقضاء قادیان

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ مسلمہ منہاج نبوت پر قائم ہونے والے نظام خلافت کے فیوض و برکات سے متمتع ہو رہی ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے جو دنیا میں اسلام کے نام پر کام کرنے والی تمام جماعتوں اور تنظیموں اور مجالس سے جماعت احمدیہ کو ممتاز کر دیتی ہے اور اس آسمانی حبل اللہ سے وابستگی کی وجہ سے تمام شعبہ ہائے زندگی میں احباب جماعت ترقیات کی راہوں پر گامزن ہیں اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ جس حسین اسلامی معاشرہ کی بنیاد ڈالی گئی تھی آج وہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے، جس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پیوست ہیں اور اس کی شاخیں مشرق و مغرب سے جنوب و شمال تک سایہ فگن ہیں اور 200 سے زائد ممالک کے مختلف قوموں سے وابستہ مختلف زبانیں بولنے والے مختلف تہذیب و ثقافت کے حامل لوگوں کی روحانی تشنگی دور کرنے کا موجب بن رہا ہے، جس کے متعلق حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ان الفاظ میں خوشخبری دی تھی:

”ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔“

(تجلیات الٰہیہ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 409)

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پیش گوئی کو پورا کرتے ہوئے ایسے وسائل و ذرائع جماعت احمدیہ کو عطا فرمائے کہ قادیان کی گمنام بستی سے اٹھنے والی آواز الٰہی وعدوں کے مطابق برق رفتاری کے ساتھ ساری دنیا میں پھیل گئی اور اس کی بازگشت شش جہت میں سنائی دے رہی ہے: اسمعوا صوت السماء جاء المسیح جاء المسیح۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد خدائی بشارات کے مطابق قدرت ثانیہ کا ظہور خلافت احمدیہ کی شکل میں ہوا۔ خدا تعالیٰ کے تائید یافتہ ان خلفاء عظام کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے آسمانی مشن کی تکمیل کے سامان کئے جانے لگے یعنی غلبہ اسلام کی آسمانی مہم کو تقویت ملتی رہی۔

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنے 52 سالہ عہد خلافت میں انقلابی کارنامے سرانجام دئے اور نظام جماعت کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ نظام قضاء کو بھی مضبوط اور پائیدار بنیادوں پر استوار کیا۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ اسلامی تعلیم کہ اَلۡیَوۡمَ اَکۡمَلۡتُ لَکُمۡ دِیۡنَکُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَیۡکُمۡ نِعۡمَتِیۡ وَرَضِیۡتُ لَکُمُ الۡاِسۡلَامَ دِیۡنًا کے مطابق اسلام ایک مکمل دین ہے اور اسلامی تعلیم کی اکملیت کا ایک درخشندہ ثبوت اسلام کا پیش کردہ نظام قضاء ہے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو معاشرتی زندگی بسر کرنے کا عادی بنایا ہے اور وہ مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے ایسے حالات میں جب کہ انسان معاشرتی زندگی بسر کرتا ہے تو طبیعتوں کا اختلاف رہن سہن کا فرق اور عقل و فہم و فراست میں تفاوت وغیرہ اسباب کی وجہ سے معاملات بنتے ہیں۔ ان معاملات کو اصول شریعت کے مطابق حل کرنے کے لیے جو نظام اسلام میں رائج ہے اسے نظام قضاء کہا جاتا ہے۔ دنیا میں جس قدر بھی فتنہ و فساد برپا ہے اس کی بنیادی وجہ عدل و انصاف کا فقدان یا اس کی کمی ہے اتلاف حقوق کی وجہ سے ایسے معاملات سامنے آتے ہیں۔ اسلام کی طرف سے جاری کردہ نظام قضاء ان سب امور کا تدارک کرتا ہے اور ایک حسین اور پرامن معاشرہ کے قیام کی ضمانت دیتا ہے۔

قران مجید کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ نظام دارالقضاء دراصل ایمانیات کا حصہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورۃ النساء کی آیت نمبر 66 میں فرماتا ہے: فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

ترجمہ: نہیں! تیرے ربّ کی قَسم! وہ کبھی ایمان نہیں لا سکتے جب تک وہ تجھے ان امور میں منصف نہ بنالیں جن میں ان کے درمیان جھگڑا ہوا ہے۔ پھر تُو جو بھی فیصلہ کرے اس کے متعلق وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور کامل فرمانبرداری اختیار کریں۔

الغرض نظام قضاء اسلامی معاشرہ کو سجانے، سنوارنے، ایک اصلاحی و فلاحی معاشرہ بنانے اور پائیدار دارالامن کے قیام کے لیے ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے خلفاء عظام نے اس طرف خصوصی توجہ دی ہے۔ جس طرح نشاۃ اولیٰ میں حضرت عمر ابن لخطاب رضی اللہ نے نظام قضاء کو مستحکم کیا، چونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کو فہم و فراست میں وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ انہی خداداد ذہانت اور فراست سے کام لیتے ہوئے ان مسائل میں اجتہاد کیا کرتے تھے جن کے بارے میں کوئی نص وارد نہیں ہوئی ہوتی اور اکثر و بیشتر آپ کا اجتہاد صحیح ہوتا اور اس میں غلطی کا احتمال بہت کم ہوتا تھا، حتی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں فرمایا: إِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَقَلْبِهِ (سنن ترمذی باب کتاب المناقب) ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی زبان و قلب پر حق جاری فرمایا۔

اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ کی مدبرانہ صلاحیتوں اور قابلیتوں کی بناء پر حضرت اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لَوْ كَانَ نَبِيٌّ بَعْدِيْ لَكَانَ عُمَرُ“ ترجمہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا

یعنی آپ کے اندر منصب نبوت کے فرائض کی بجا آوری کے مناسب حال صلاحیتیں موجود ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ جس چیز کے بارے میں کہتے کہ میرا خیال ہے کہ یہ بات یوں ہی ہونی چاہیے تو وہ ویسی ہی ہوتی تھی۔

دور نشاۃ ثانیہ میں قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور سعید میں نظام قضاء کے استحکام اور عدل و انصاف کے قیام کے لحاظ سے سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت کی یاد تازہ ہوتی ہے آپ رضی اللہ عنہ نے جو کارہائے نمایاں سرانجام دئے ان کا جائزہ لینے سے پتہ لگتا ہے کہ ہر دو دور کے مابین بہت سی مماثلتیں پائی جاتی ہیں۔

جیسا کہ قارئین کرام جانتے ہیں کہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ”پیشگوئی مصلح موعود“ کے مصداق تھے۔ اس میں بیان کردہ 52 صفات کے حامل یہ مرد مجاہد 52 سال تک منصب خلافت پر فائز رہ کر عظیم الشان خدمات سرانجام دیتے رہے اور انتظامیہ اور عدلیہ دونوں کو مستقل اور پائیدار بنیادوں پر استوار کیا اور اس کی ترویج اور استحکام میں نہایت اعلی اور انقلابی کردار ادا کیا۔ جس کی کسی قدر تفصیل قارئین اس مضمون میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ قارئین کرام خدائی نوشتوں میں بیان فرمودہ پیشگوئیوں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دی گئی خدائی بشارات کے مطابق آپ ہی وہ مصلح موعود ہیں جن کی نسبت ہوشیار پور کی متضرعانہ دعاؤں کے نتیجہ میں یہ نوید آسمانی سنا دی گئی تھی کہ:

”وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری اور باطنی سے پر کیا جائے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا“۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک پر یہ الہام بھی جاری فرمایا کہ:

انا المسیح الموعود مثیلہ وخلیفتہ یعنی آپ مسیح موعود علیہ السلام کے مثیل اور خلیفہ موعود ہیں۔

جب ہم اس موعود خلیفہ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہیں اور آپ کے ذریعہ سرانجام دیے گئے عظیم الشان کارناموں کا جائزہ لیتے ہیں تو پتہ لگتا ہے کہ ”پیشگوئی مصلح موعود“ میں بیان کردہ تمام تر صفات سے آپ بدرجہ اتم متصف تھے اور 52 سالہ عہد خلافت کے دوران آپ نے ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دیے جس کا کوئی غیر متعصب مؤرخ انکار نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ”الفضل ماشہدت بہ الاعداء“ کے مطابق بے شمار دشمنان کی ایسی تصدیقی گواہیاں مل جاتی ہیں جو باوجود اشد ترین مخالف ہونے کے حق گوئی پر مجبور رہے اور آپ کی ذہانت و فراست کا برملا اظہار کیا۔

آپ کے کارہائے نمایاں میں ایک عظیم الشان کارنامہ خلافت کے آسمانی نظام کے تابع، جماعت احمدیہ کی اندرونی اصلاحات، ترقی، تربیت اور ہر فرد جماعت کو اسلام کے عادلانہ نظام کا فعال حصہ بنانے کے لیے جہاں آپ نے انتظامی اصلاحات فرمائیں وہاں معاشرتی بے قاعدگیوں کے ازالہ اور ناانصافیوں کی بیخ کنی اور عدل و انصاف کی فراہمی کے لیے دارالقضاء کا قیام عمل میں لایا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ دنیا میں جس قدر بھی فتنہ و فساد برپا ہے، انسان کی نجی زندگی سے لے کر ایوان اقتدار تک، عائلی اور معاشرتی سطح سے لے کر بین الاقوامی اور عالمی سطح تک جس قدر بھی اختلافات رونما ہوتے ہیں ان سب کی بنیادی وجہ عدل و انصاف کا فقدان ہے۔ اس لیے اسلام نے عدل و انصاف کے قیام پر بڑا زور دیا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ۔ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا۔ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰۤى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗۤا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا

(سورۃ النساء آیت 135)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف۔ خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی بہترین نگہبان ہے۔ پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو۔ اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے قرآن مجید کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور امام الزماں علیہ السلام کی راہنمائی کے مطابق جہاں دیگر انتظامی شعبہ جات قائم کئے اور ”فتح اسلام“ میں بیان فرمودہ پانچ شاخوں کی بنیاد پر غلبہ اسلام کے لیے گراں قدر منصوبہ بندی کا اعلان فرمایا وہاں معاشرہ کی بقا اور امن کے ضامن نظام عدل کے قیام کے لیے قضاء کا شعبہ قائم فرمایا۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ قرآن مجید نے تمام شعبہ ہائے زندگی میں عدل و انصاف کی فراہمی پر اس قدر زور دیا ہے، جو سابقہ کتب میں اس کا عشر وعشیر بھی نہیں ملتا۔ قران مجید نے جہاں سابقہ قوموں کی خوبیوں کو سراہا اور ان کا اعتراف کیا وہاں غیر قوموں کے ساتھ اور دشمنوں کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا معاملہ روا رکھنے کی تلقین فرمائی اور اسے حصول تقویٰ کے لیے اقرب ذریعہ قرار دیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں جماعت کے تنظیمی ڈھانچے کی بنیاد رکھی اور یکم جنوری 1919 سے

با قاعدہ طور پر مختلف صیغہ جات قائم فرمائے۔

چنانچہ جماعتی تنظیمی ڈھانچے کا با قاعدہ اعلان 4 جنوری 1919 کے الفضل میں شائع ہوا ہے۔اسی اعلان میں قضاء کے قیام کا بھی اعلان تھا جو صفحہ اول پر درج ذیل عنوان کے تحت شائع ہوا ہے:

انتظام سلسلہ کے متعلق حضرت خلیفۃ المسیح کا اعلان

تمام احباب جماعت کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے کہ ضروریات سلسلہ کے پورا کرنے کے لئے قادیان اور بیرونجات کے احباب سے مشورہ کرنے کے بعد میں نے یہ انتظام کیا ہے کہ سلسلہ کے مختلف کاموں کو سرانجام دینے کے لئے چند ایسے افسران مقرر کئے جائیں جن کا فرض ہو کہ وہ حسب موقع اپنے متعلقہ کاموں کو پورا کرتے رہیں اور جماعت کی تمام ضروریات کے پورا کرنے میں کوشاں رہیں۔فی الحال میں نے اس غرض کے لئے ایک ناظر اعلیٰ، ایک ناظر تالیف و اشاعت، ایک ناظر تعلیم و تربیت، ایک ناظر امور عامہ اور ایک ناظر بیت المال مقرر کیا ہے۔اور ان عہدوں پر سردست ان احباب کو مقرر کیا ہے۔ناظر اعلیٰ مکرمی مولوی شیر علی صاحب، ناظر تالیف و اشاعت مکرم مولوی شیر علی صاحب، ناظر تعلیم و تربیت مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب، ناظر امور عامہ عزیزم مرزا بشیر احمد صاحب، ناظر بیت المال مکرمی ماسٹر عبد المغنی صاحب۔ان کے علاوہ جماعت کی ضروریات افتاء اور قضاء کو مدنظر رکھ کر افتاء کے لئے مکرمی مولوی سید سرور شاہ صاحب، مکرمی مولوی محمد اسماعیل صاحب اور مکرمی حافظ روشن علی صاحب کو۔قضاء کے لئے مکرمی قاضی امیر حسین صاحب، مکرمی مولوی فضل دین صاحب اور مکرمی میر محمد اسحاق صاحب کو مقرر کیا ہے۔ آئندہ جو تغیرات ہوں گے ان سے وقتاً فوقتاً احباب کو اطلاع دی جاتی رہے گی۔ میں امید کرتا ہوں کہ احباب ان لوگوں کے کام میں پوری اعانت کریں گے اور سلسلہ کی کسی خدمت سے دریغ نہ کریں گے۔۔۔''

اس طرح دارالقضا کا با قاعدہ قیام یکم جنوری 1919 کو ہوا۔اس نئے نظام کے حوالہ سے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی رضی اللہ عنہ نے 1918 کو ہی ایک جامع اور مکمل خاکے کا اعلان کر دیا تھا۔ چنانچہ اخبار الحکم نے اپنی 7 جنوری 1919 کی اشاعت میں حضور رضی اللہ عنہ کا یکم اکتوبر 1918 کا ایک جامع فرمان شائع کیا جس میں حضور رضی اللہ عنہ نے قضاء کے متعلق درج ذیل ارشاد فرمایا :

''قاضیوں کا کام فیصلہ کرنا اور قاضی القضاۃ کا اپیل سننا ان کے تمام فیصلوں کی اپیل خلیفہ وقت کے پاس ہو سکے گی۔سوائے ان فیصلوں کے کہ جن میں خود خلیفہ ایک یا دوسرا فریق ہو۔ ایسے وقت میں قاضی القضاۃ کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوگا۔''

(اخبار الحکم کے جنوری 1919 صفحہ 5)

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مزید فرماتے ہیں:

''مختلف علاقہ جات میں قاضی ہوں جن کا تعلق قاضی القضاۃ سے ہو۔ خاص جھگڑوں میں جن میں شرعی مسائل کی واقفیت کی ضرورت نہ ہو یا ایسے امور میں جن کو صرف آسان شرعی مسائل کی ضرورت ہوتی ہو ان کو فیصلہ کرنے کا اختیار ہو گا۔ اسلامی طریق شہادت وثبوت اور آسان مسائل کے متعلق ان کو تعلیم حاصل کر کے اس کا امتحان دینا ہوگا۔''

(بحوالہ اخبار الحکم 7/جنوری 1919، صفحہ 7)

اس طرح آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقتاً فوقتاً اپنے خطبات اور خطابات میں اس نظام کے مختلف پہلوؤں پر سیر حاصل بحث فرمائی اور احباب جماعت کے دلوں میں اس نظام کی اہمیت و افادیت راسخ کر دی۔ چنانچہ حضور رضی اللہ عنہ نے جلسہ سالانہ 1918 کے دوسرے روز کے خطاب میں قضاء کے قیام کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''پھر ہماری جماعت کے لوگوں میں اگر کسی جگہ کوئی جھگڑا پیدا ہو جائے تو وہ عدالت میں جاتے ہیں جس سے احمدیت کی ذلت ہوتی ہے۔ ابتداء میں جب ابھی جھگڑے کی بنیاد پڑتی ہے اس وقت تو ہمارے پاس اس لئے نہیں آتے کہ چھوٹی سی بات کے متعلق انہیں کیا تکلیف دیں لیکن جب بات بڑھ جاتی ہے تو پھر اس خیال سے ہمارے سامنے پیش کرنے سے جھجکتے ہیں وہ کہیں گے پہلے کیوں ہمیں نہ بتایا اور کیوں جھگڑے کو اتنا بڑھایا۔

اس طرح بات بڑھتی بڑھتی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ پھر اگر ہم بھی کہیں کہ اس جھگڑے کو چھوڑ دو تو نہیں مانتے اور احمدیت کو چھوڑ دیتے ہیں اس نقص کے پیدا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہر جگہ محکمہ قضاء مقرر نہیں ہے۔ اگر کچھ لوگوں کو مسائل سکھلا کر مختلف مقامات پر مقرر کر دیا جائے تو ایسا نہ ہوتا۔اب قاضی القضاۃ کا محکمہ تو یہاں مقرر کیا گیا ہے۔ آئندہ موٹے موٹے اور ضروری مسائل کچھ لوگوں کو سکھلا کر مختلف جماعتوں میں انہیں مقرر کر دیا جائے تا کہ وہ مقامی جھگڑوں اور فسادوں کا تصفیہ کر دیا کریں اور بات زیادہ بڑھ کر خرابی کا موجب نہ ہو۔ ہاں ان کے فیصلہ کی اپیل یہاں کے محکمہ قضاء میں ہو سکے گی۔''

(عرفان الٰہی صفحہ 80)

تاریخ احمدیت کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ قادیان میں مرکزی قضاء کے علاوہ دوسری جماعتوں میں بھی قضاء کا نظام انہی ایام میں قائم ہو گیا تھا۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ نظام ساری دنیا میں قائم ہو چکا ہے جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ یہ نظام بھی وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے اور 2019 میں اس نظام پر 100 سال پورے ہونے پر لندن میں انٹرنیشنل سیمینار کا انعقاد کیا گیا جس میں حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے قضاء سے متعلق نہایت بصیرت افروز خطاب فرمایا۔

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی راہنمائی اور ہدایات کے تابع پوری دنیا میں احباب جماعت کے مابین عدل و انصاف کی فراہمی میں قضاء نہایت اہم کردار نبھا رہی ہے الحمد للہ۔

نظام قضاء کی افادیت و اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی کتاب سلسلہ احمدیہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس انتظامی تشکیل کے ساتھ ساتھ حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک جدید نظام صیغہ قضاء کا بھی قائم کیا۔یعنی جماعت کے اندرونی تنازعات کے فیصلہ کے لئے ایک نئے صیغہ کی بنیاد رکھی۔۔۔۔ان قومی عدالتوں میں صرف ایسے تنازعات پیش ہوتے ہیں جو یا تو محض دیوانی حقوق کا رنگ رکھتے ہیں اور یا وہ حکومت وقت کے قانون کے ماتحت قابل دست اندازی پولیس نہیں سمجھے جاتے۔اس صیغہ کے قیام سے بڑا فائدہ یہ ہوا ہے کہ اول تو گویا گھر کا فیصلہ گھر میں ہی ہو جاتا ہے اور سرکاری عدالتوں میں روپے اور وقت ضائع نہیں کرنا پڑتا۔دوسرے جو ناگوار اثرات اخلاقی لحاظ سے قانونی عدالتوں کی فضاء میں پیدا ہو سکتے ہیں ان سے جماعت کے لوگ محفوظ ہو گئے۔۔۔۔جماعت کے اس نظام میں دو خصوصیتیں ہیں۔اول یہ کہ صیغہ قضاء کے تمام مقدمات شریعت اسلامی کے مطابق تصفیہ پاتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس میں اہل مقدمہ سے کوئی فیس چارج نہیں کی جاتی بلکہ ہر مقدمہ سلسلہ کے خرچ پر مفت کیا جاتا ہے کیونکہ یہی قدیم اسلامی طریق ہے۔''

(سلسلہ احمدیہ طبع دسمبر 1939 صفحہ نمبر 364)

غرض سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے اپنی خداداد ذہانت و فطانت اور بالغ نظری سے احباب جماعت کے درمیان ہونے والے تنازعات کے پرامن حل کے لئے ایک بہترین ادارہ قائم فرمایا اور عدل و انصاف کے صحیح اسلامی تصور سے دنیا کو روشناس کروایا اور ایسے اعلیٰ نکات بیان فرما کر عدل و انصاف کے تمام تقاضوں کی تکمیل کی اور اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود خود مسل کا مطالعہ کرتے لوگوں کے ذاتی مسائل کے حل کے لئے کوشش کی اور مسلسل جماعت کی راہنمائی فرماتے رہے۔

آپؓ ایک جگہ فرماتے ہیں:

''میں نے مسل کو بار بار پڑھا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں۔''

پھر ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''میں نے مِسل کو کُریدا۔''

حضرت مصلح موعودؓ نے نہ صرف خود قضائی فیصلے کئے بلکہ اپنی خداداد ذہانت اور فراست سے فیصلوں کے دوران ایسے امور بھی بیان کر دیئے جو قضائی نظام کو بہتر انداز سے چلانے اور بطور قاضی خدمات سر انجام دینے والوں کے لئے مشعل راہ اور راہنما اصول ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی مصروفیات کے باوجود متعدد فیصلے کئے جو ''حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے قضائی فیصلے وارشادات'' کے نام سے 592 صفحات پر مشتمل کتاب کی شکل میں شائع شدہ ہیں جو قضاء سے وابستہ لوگوں کے لئے مشعل راہ ہے۔جن میں سے بعض ارشادات ذیل میں پیش ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ نے جماعتی قضائی نظام کے بارے میں جو بنیادی اصول قرار دیا وہ یہ تھا کہ یہاں معاملات شریعت کے مطابق طے ہوں گے۔ ایک مقدمہ میں حضورؓ فرماتے ہیں:

''اور ججوں کو تاکید کی جائے کہ وہ مقدمات کو ایسے طور پر طے نہ کیا کریں کہ عدالتی رنگ ہو۔ بلکہ اسلامی اصول کے مطابق طے کیا کریں۔''

ایک اور فیصلے میں حضورؓ بیان فرماتے ہیں کہ:

''قاضی کو فیصلہ لکھتے وقت اس قسم کی تفصیلات میں نہیں پڑنا چاہیئے جس سے معلوم ہو کہ وہ مضمون نویسی کر رہا ہے۔ ایسا کرنا قاضی کی شان کے خلاف ہے بلکہ قاضی کو فیصلہ میں اختصار کو مدنظر رکھنا چاہیئے اور دلائل کو مختصر پیرائے میں بیان کرنا چاہیئے۔''

ایک اور مقدمہ کے فیصلہ میں آپؓ نے فرمایا :

''شریعت قاضی کو بھی ہدایت کرتی ہے کہ وہ ہر قسم کے اثرات سے محفوظ ہوتے ہوئے انصاف کے مطابق فیصلہ صادر کرے۔''

قارئین کرام! سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عدل و انصاف کی فراہمی اور حقوق کی بحالی کے لیے قرآن کریم، سنت رسول ﷺ اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں بہترین عدالتی نظام سے دنیا کو متعارف کروایا جو بلاشبہ نجی معاملات سے لے کر بین الاقوامی تنازعات تک کے حل کرنے کے لیے مشعل راہ ثابت ہو رہا ہے۔ یہی وہ مقاصد ہیں جن کے حصول کے لیے حضور رضی اللہ عنہ نے دارالقضاء کا قیام فرمایا اور اس کے استحکام کے لیے راہنماء اصول مہیا فرمائے۔ دارالقضاء میں اسلام احمدیت کی تعلیمات کے مطابق بلا معاوضہ تمام مسائل کے حل کی کوششیں کی جاتی ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی احباب بہت سے اخراجات اور مقدمات کی صعوبتوں سے بچ جاتے ہیں اور ہر شخص کی عزت نفس کا خیال رکھتے ہوئے تنازعات کے حل کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس کے نتیجہ میں ایک حسین اصلاحی وفلاحی معاشرہ تشکیل پا رہا ہے جس کے قیام کے لیے اس زمانہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام مبعوث کیے گئے تھے۔

اک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے

✲✲✲

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

خدا نے جو عام لوگوں کے نفوس میں رؤیا اور کشف اور الہام کی کچھ کچھ تخم ریزی کی ہے وہ محض اس لئے ہے کہ وہ لوگ اپنے ذاتی تجربہ سے انبیاء علیہم السلام کو شناخت کر سکیں اور اس راہ سے بھی اُن پر حجت پوری ہو اور کوئی عذر باقی نہ رہے۔ (لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 226)

طالب دُعا : صبیحہ کوثر و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بھونیشور، صوبہ اڈیشہ)

حضرت مصلح موعودؓ کے بابرکت عہد میں قادیان میں رمضان المبارک کی رونقیں

شیخ مجاہد احمد شاستری۔ اُستاد جامعہ احمدیہ قادیان

آج کے اس مضمون میں سیدنا حضرت مصلح موعودؓ کے بابرکت عہد خلافت میں قادیان میں رمضان المبارک کی رونقوں کے حوالہ سے چند باتیں عرض کرنی مقصود ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کا عہد خلافت 14 مارچ 1914ء سے شروع ہوکر 1965ء تک تقریباً 51 سال پر محیط ہے۔ اس عرصہ میں تقسیم ملک سے قبل 33 مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ نے قادیان میں رمضان کے مبارک ایام گذارے۔ ان ایام میں آپ کا اُسوہ کیا تھا۔ وہ ہمارے لئے قابل تقلید ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم رمضان کے مبارک ایام کو اس رنگ میں ادا کرنے والے ہوں۔

رؤیت ہلال

آنحضرت ﷺ نے رؤیت ہلال یا چاند دیکھنے کا طریقہ بیان کرتے ہوئے ہدایت فرمائی ہے کہ جب تم چاند دیکھو تو روزہ رکھنا شروع کرو اور جب اگلا چاند دیکھو تو روزہ رکھنا چھوڑ دو اور اگر تمہارے یہاں مطلع ابر آلود ہو تو پھر اندازہ کر لیا کرو۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إِذَا رَأَيْتُمُ الهِلَالَ فَصُوْمُوْا، وَإِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَأَفْطِرُوْا، فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُم۔ فَاقْدُرُوْا لَهُ

(بخاری کتاب الصیام)

آنحضرت ﷺ کی سنت مبارکہ کے دور میں رؤیت ہلال کا پہلو کسی نہ کسی صورت میں مسلمانوں کی تہذیب وثقافت کا حصہ بنا چلا آ رہا ہے۔ عیدین اور رمضان کے چاند کو دیکھنے کے لیے غیر معمولی ذوق و شوق کا اظہار مذہبی مسئلہ سے زیادہ اسلامی معاشرہ کے تہذیبی پہلو کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

’’کچھ سال پہلے تک ہمارے برصغیر میں رمضان اور عیدین کے چاند کو دیکھنے کے لیے لوگ اپنی چھتوں پر چڑھ جاتے تھے۔ یا کھلے میدانوں میں نکل کر دور افق کی طرف نظریں جمائے بڑی بے تابی سے رؤیت ہلال کا اہتمام کرتے تھے۔ اور جب چاند نظر آ جاتا تو خوشی ومسرت دیدنی ہوتی تھی۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ کی پیروی میں دعاؤں کے ساتھ نئے چاند کو خوش آمدید کہنے کا رواج عام تھا۔‘‘

(الفضل انٹرنیشنل ۱۳؍اپریل ۲۰۲۱ء، صفحہ ۸ کالم ۲)

قادیان میں رؤیت ہلال کا اہتمام

مسلم معاشرہ میں رؤیت ہلال کے لیے جو ذوق وشوق پایا جاتا تھا اس کی جھلک قادیان میں دیکھی جاسکتی ہے۔ چاند دیکھنے کے بارے میں امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معمول کے بارے میں یوں ذکر ملتا ہے کہ

’’یکم دسمبر ۱۹۰۲ء دربار شام: آج رمضان المبارک کا چاند دیکھا گیا بعد نماز مغرب خود حجت اللہ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) سقف مسجد پر رویت ہلال کے لئے تشریف لے گئے اور چاند دیکھا اور مسجد میں آکر فرمایا کہ رمضان گزشتہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل گیا ہے۔‘‘

(الحکم نمبر ۴۴ جلد ۶، ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۸)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قادیان میں عید کا چاند دیکھنے کے اشتیاق کے بارے میں ایک موقع کا ذکر کرتے ہوئے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

’’جب لوگ چھتوں پر چاند کو دیکھنے کے لئے چڑھے تو مَیں بھی چھت پر چڑھا اور دوربین سے چاند کو دیکھنا چاہا کیوں کہ میری نظر کمزور ہے۔ لیکن میں چاند نہ دیکھ سکا اور بیٹھ گیا۔ اچانک میرے کان میں بچے کی جو میرا ہی بچہ ہے آواز آئی جو یہ تھی کہ چاند دیکھ لیا چاند دیکھ لیا میں نے بھی چاند دیکھ لیا۔‘‘

(الفضل ۳؍جون ۱۹۲۴ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے دور میں رویت ہلال کے بارے میں شہادتوں کے ذریعہ عید کے اعلان کا بھی ذکر ملتا ہے۔ آپ عید کے موقع کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’لاہور فون سے دریافت کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہاں جالندھر سے رپورٹ آئی ہے کہ شملہ میں لوگوں نے چاند دیکھ لیا ہے اسی طرح معلوم ہوا کہ سولن پہاڑ پر بھی اور بمبئی میں بھی چاند دیکھا گیا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ چاند بہت کم اونچا تھا۔ قادیان کے احمدی دوست چونکہ اس وقت دعا میں مشغول تھے اس لئے وہ چاند دیکھ نہ سکے اور باہر بھی تھوڑے تھوڑے غبار کی وجہ سے نظر نہ آیا۔ مگر پہاڑوں پر چونکہ اتفاقاً مطلع صاف تھا اس لئے وہاں کے رہنے والوں نے چاند کو دیکھ لیا چنانچہ اس بارے میں جتنی رپورٹیں آئیں ان میں سے اکثر پہاڑی مقامات کی ہیں سوائے کپورتھلہ کے بعض نے وہاں بھی چاند دیکھ لیا تھا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اکتوبر ۱۹۴۳ء، الفضل انٹرنیشنل ۱۳؍اپریل ۲۰۲۱ء صفحہ ۸)

حضرت مصلح موعود کے دور مبارک میں رمضان کی یادیں۔ از حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ

حضرت صاحبزادہ مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ کے دور میں گزرے رمضان المبارک کے عینی شاہد ہیں۔ حضورؒ قادیان میں رمضان کی بعض یادوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ

’’ہم نے اپنے قادیان کے ماحول میں یہی دیکھا کہ چھوٹے بچے بھی جو 8، 9 سال کی عمر کو پہنچ جاتے ہیں جو شوق سے روزہ رکھنا چاہتے ہیں ان کو کبھی روکا نہیں گیا تھا۔ کبھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ تمہاری صحت کمزور ہو جائے گی تم رک جاؤ۔ ہاں اگر کوئی زیادہ ہی جوش دکھائے اور کہے کہ میں نے سارے مہینے کے رکھنے ہیں تو اسے پیار سے سمجھایا جاتا تھا کہ نہ کرو۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ بعض دفعہ کچی عمر میں زیادہ نیکی کرنے سے نیکی سے ہی متنفر ہو جاتا ہے۔ وہاں بھی صحت کی خرابی کا خطرہ نہیں تھا۔ غالباً وجہ یہ ہوتی تھی کہ بچہ کہیں زیادہ جوش میں نیکی کرکے، نیکیوں سے نہ جائے کہیں اور نیکیوں کے خلاف ایک قسم کی بے رغبتی نہ پیدا ہو جائے۔ بہرحال ہم نے بچپن میں رکھے ہوئے ہیں۔ 7-8 سال کی عمر سے شروع میں دو تین پھر 7، 8 بلوغت سے پہلے پندرہ بیس تک پہنچ جایا کرتے تھے اور بلوغت کے بعد خدا تعالیٰ کے فضل سے جہاں تک مجھے یاد ہے روزے رکھنے کی توفیق ملی۔ سختیوں میں بھی، نرمیوں میں بھی، چھوٹے دنوں میں بھی، زیادہ دنوں میں بھی لیکن کوئی ایسا نقصان مجھے یاد نہیں جس نے ہمیشہ کے لئے صحت پر بُرا اثر چھوڑا ہو۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۵ ؍مارچ ۱۹۹۳ء، مطبوعہ خطبات طاہر جلد ۱۲ صفحہ ۱۹۱)

قادیان میں بچوں کی تربیت کا طریق

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں:

’’دوسری بات رمضان میں یہ ہے کہ بچوں کو سحری کے وقت اٹھا کر کھانے سے پہلے نوافل پڑھنے کی عادت ڈالی جائے۔ قادیان میں یہی دستور تھا جو بہت ہی ضروری اور مفید تھا۔ جسے اب بہت سے گھروں میں ترک کر دیا گیا ہے۔ قادیان میں یہ بات رائج تھی کہ روزہ شروع ہونے سے پہلے بچوں کو عین اس وقت نہیں اٹھاتے تھے کہ صرف کھانے کا وقت رہ جائے بلکہ لازماً اتنی دیر پہلے اٹھاتے تھے کہ بچہ کم سے کم دو چار نوافل پڑھ لے۔ چنانچہ مائیں بچوں کو کھانا نہیں دیتی تھیں جب تک پہلے نفل پڑھنے سے فارغ نہ ہو جائیں۔

سب سے پہلے اٹھ کر وضو کرواتی تھیں اور پھر ان کو نوافل پڑھاتی تھیں تا کہ ان کو پتہ لگے کہ روزہ کا اصل مقصد روحانیت حاصل کرنا ہے۔ اس امر کا اہتمام کیا جاتا تھا کہ بچے پہلے تہجد پڑھیں، قرآن کریم کی تلاوت کریں پھر کھانے پہ آئیں۔ اور اکثر اوقات الاماشاء اللہ تہجد کا وقت کھانے کے وقت سے بہت زیادہ ہوتا تھا۔ کھانا تو آخری دس پندرہ منٹ میں بڑی تیزی سے کھا کر فارغ ہو جاتے تھے جب کہ تہجد کے لئے ان کو آدھ پون گھنٹہ مل جاتا تھا۔ اب جن گھروں میں بچوں کو روزہ رکھنے کی ترغیب بھی دی جاتی ہے ان کو اس سلیقے اور اہتمام کے ساتھ روزہ نہیں رکھوایا جاتا بلکہ آخری منٹوں میں جب کہ کھانے کا وقت ہوتا ہے ان کو کہہ دیا جاتا ہے آؤ روزہ رکھ لو اور اسی کو کافی سمجھا جاتا ہے۔

یہ تو درست ہے کہ اسلام توازن کا مذہب ہے، میانہ روی کا مذہب ہے لیکن کم روی کا مذہب تو نہیں۔ اس لئے میانہ روی اختیار کرنی چاہئے۔ جہاں روزہ رکھنا فرض قرار دیا ہے وہاں فرض سمجھنا چاہئے۔ جہاں روزہ فرض قرار نہیں دیا وہاں اس رخصت سے خدا کی خاطر استفادہ کرنا چاہئے۔ یہ نیکی ہے۔ اسکا نام میانہ روی ہے۔ اس لئے جماعت کو اپنے روزمرہ کے معیار کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور روزہ کھلوانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے اور روزہ کا معیار بڑھانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 30؍مئی 1986ء مطبوعہ خطبات طاہر جلد 5 صفحہ 392 تا 393)

حضرت مصلح موعودؓ کا پہلا روزہ

حضرت مصلح موعودؓ نے پہلا روزہ بارہ تیرہ برس کی عمر میں رکھا چنانچہ خود ہی فرماتے ہیں:

’’مجھے جہاں تک یاد ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے پہلا روزہ رکھنے کی اجازت بارہ یا تیرہ سال کی عمر میں دی تھی...... مجھے پہلے سال صرف ایک روزہ رکھنے کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اجازت دی تھی۔

(الفضل 19؍نومبر 1940ء)

رمضان میں علمی بحث وتمحیص

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

’’حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ نے ایک شخص کا ذکر فرمایا جن کا سحری کے اوقات کے بارے میں اپنا ایک نظریہ تھا لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی کس طرح رہنمائی فرمائی وہ بھی عجیب ہے۔ فرماتے ہیں کہ ’’ہماری جماعت میں ایک شخص ہوا کرتے تھے جسے لوگ فلاسفر کہتے تھے۔ اب وہ فوت ہو چکا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرمائے۔ (فرماتے ہیں کہ) اسے بات بات میں لطیفے سوجھتے تھے جن میں سے بعض بڑے اچھے ہوا کرتے تھے۔ فلاسفر اسے اسی لئے کہتے تھے کہ وہ ہر بات میں ایک نیا نکتہ نکال لیتا تھا۔ ایک دفعہ روزوں کا ذکر چل پڑا۔ کہنے لگا کہ انہوں نے (یعنی مولویوں نے یا فقہ کے ماہرین نے) یہ محض ایک ڈھونگ رچایا ہؤا ہے کہ سحری ذرا دیر سے کھاؤ تو روزہ نہیں ہوتا۔ بھلا جس نے بارہ گھنٹے فاقہ کیا اس نے پانچ منٹ بعد سحری کھا لی تو کیا حرج ہؤا۔ مولوی جھٹ سے فتویٰ دیتے ہیں کہ اس کا روزہ ضائع ہو گیا۔ غرض اس نے اس پر خوب بحث کی۔ صبح وہ گھبرایا ہوا حضرت خلیفہ اوّل کے پاس آیا۔ زمانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کی بات ہے) مگر چونکہ حضرت خلیفہ اوّل ہی درس وغیرہ دیا کرتے تھے اس لئے آپ کی مجلس میں بھی لوگ کثرت سے آجایا کرتے تھے۔ آتے ہی کہنے لگا کہ آج رات تو مجھے بڑی ڈانٹ پڑی۔ آپ نے فرمایا کیا ہوا؟ کہنے لگا کہ رات کو میں بحث کرتا رہا کہ مولویوں نے ڈھونگ رچایا ہوا ہے کہ روزہ دار ذرا سحری دیر سے کھائے تو اس کا روزہ نہیں ہوتا۔ میں کہتا تھا کہ جس شخص نے بارہ گھنٹے یا چودہ گھنٹے فاقہ کیا ہو وہ اگر پانچ منٹ دیر سے سحری کھاتا ہے تو کیا حرج ہے۔ اس بحث کے بعد میں سو گیا تو میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ہم نے تانی لگائی ہوئی ہے۔ فلاسفر جولاہا تھا۔ اس لئے خواب میں بھی اسے اپنے پیشہ کے مطابق یاد آئی۔ (رسّی، دھاگہ جو کپڑا بنانے کے لئے کھینچتے ہیں تو کہتے ہیں) دونوں طرف میں نے کیلے

گاڑ دیئے اور تانی کو پہلے ایک کیلے سے باندھا اور پھر میں اسے دوسرے کیلے سے باندھنے کے لئے لے چلا۔ جب کیلے کے قریب پہنچا تو دو انگلی ورے سے تانی ختم ہوگئی۔ میں بار بار کھینچتا کہ کسی طرح اسے کیلے سے باندھ لوں مگر کامیاب نہ ہوسکا اور میں نے سمجھا کہ میرا سارا سوت مٹی میں گر کر تباہ ہوگیا۔ چنانچہ میں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ میری مدد کے لئے آؤ۔ دو انگلیوں کی خاطر میری تانی چلی۔ (وہ دھاگہ جو تھا خراب ہو رہا ہے۔) اور یہی شور مچاتے مچاتے میری آنکھ کھل گئی۔ جب میں جاگا تو میں سمجھا کہ اس رؤیا کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مجھے مسئلہ سمجھایا ہے کہ دو انگلیوں جتنا فاصلہ رہ جانے سے اگر تانی خراب ہوجاتی ہے تو روزے میں تو پانچ منٹ کا فاصلہ کہہ رہے ہو۔ اس کے ہوتے ہوئے کس طرح روزہ قائم رہ سکتا ہے۔(تعلق باللہ۔انوار العلوم جلد23 صفحہ 178-177)

قادیان میں رمضان

الفضل نے قادیان کے رمضان کا اجمالی خاکہ کھینچا ہے جس کو اختصار کے ساتھ پیش نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے مکمل یہ نقشہ پیش خدمت ہے۔

''جن لوگوں کو قادیان میں رمضان کے مبارک ایام گزارنے کا موقع ملا ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ جس طرح یہ مبارک ایام قادیان میں گذارے جاتے ہیں اور کسی جگہ نہیں گذارے جاتے اور یہ قادیان کی ایک خصوصیت ہے جو دنیا میں کسی اور مقامی کو حاصل نہیں یوں تو مسلمان کہلانے والے دنیا کے ہر گوشہ میں رمضان المبارک میں روزے رکھتے ہیں لیکن صرف روزہ رکھ لینے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو جاتا جو اللہ تعالیٰ نے اس مہینہ کے مقرر کرنے میں رکھا ہے۔ روزہ رکھ کر روزہ اور رمضان کا حقیقی مقصد حاصل کرنے کا خیال جس قدر یہاں رکھا جاتا ہے وہ اور کسی جگہ کے مسلمان نہیں رکھتے اور پھر احمدی احباب اس کوشش میں بہت حد تک کامیاب بھی ہوتے ہیں مثلاً تراویح تو بہت جگہ پڑھی جاتی ہے۔ مگر سحری کے وقت تراویح ادا کرنا شاید ہی کسی اور جگہ کے رہنے والوں کو نصیب ہوتا ہو۔ عام طور پر یہی ہوتا ہے کہ عشاء کے بعد ہی جوں توں کر کے اس بار سے سبکدوشی حاصل کر لی جاتی ہے لیکن قادیان میں اکثر لوگ تراویح میں شامل ہونے کے باوجود تہجد کی نماز باقاعدہ ادا کرتے ہیں۔ اور تہجد ادا کرنے والوں کی تعداد کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اور کوئی مقام قادیان کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

پھر تلاوت قرآن کریم جسے رمضان کے ساتھ خاص مناسبت ہے جس کثرت سے یہاں ہوتی ہے اور کسی جگہ نہیں ہوتی۔ ممکن ہے انفرادی طور پر بعض اور جگہ بھی لوگ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوں مگر اجتماعی طور پر قرآنِ کریم کا درس دیا جانا اور ایک ہی مہینہ میں کلام الٰہی کے مطالب و معانی سے آگاہی کے دائرہ کو وسیع کرنے کا کام جس باقاعدگی، پابندی اور التزام کے ساتھ قادیان میں ہوتا ہے اس کی نظیر غیر احمدی دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ بعض بیرونی احمدیہ جماعتیں بھی اس عادت سے بہرہ ور ہوتی ہیں اور اپنے اپنے ہاں قرآن کریم کے درس کا التزام کرتی ہیں۔

اس کے علاوہ فطرانہ کی رمضان کے مہینہ میں ہی باقاعدہ باشرح ہر ایک سے وصولی اور پھر عید سے قبل تمام مستحقین میں اس کی تقسیم کا جو انتظام قادیان میں ہے اور کسی جگہ ہرگز نہیں پایا جاتا۔ اور ہو بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ باقاعدگی ایک نظام کو چاہتی ہے اور مسلمان اس نعمت سے کلی طور پر محروم ہیں۔

پھر قادیان کے رمضان کی ایک اور خصوصیت جس میں یہ بستی منفرد ہے وہ رمضان المبارک کا آخری دن ہے جب دنیا میں مسلمان اپنے اپنے ہاں عید کے چاند کو دیکھنے کے انتظار میں گھڑیاں گن رہے ہوتے ہیں اور آنے والی عید کی تیاریوں میں لگے ہوتے ہیں۔ یہ وقت عام طور پر عید کی خوشی کو زیادہ کرنے کے پروگرام بنانے میں صرف ہوتا ہے۔ یہ دن بچوں کے لئے کپڑے، جوتے۔ ٹوپیاں اور بیوی کے لئے تحائف وغیرہ خریدنے پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح عید میں کام آنے والی اشیاء کی خرید و فروخت بھی اکثر اسی دن ہوتی ہے لیکن یہ وقت جسے مسلمان اس طرح کی مصروفیتوں میں گذارتے ہیں ۔ قادیان میں جس طرح گذرتا ہے وہ ایک ایسا ایمان افروز نظارہ ہے کہ بڑے سے بڑا مخالف بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بشرطیکہ اس کے دل میں خوفِ خدا اور مادہ انصاف موجود ہو۔ اس موقعہ پر قادیان میں احمدی احباب خانۂ خدا میں جمع ہوتے ہیں تا اپنے مقدس امام کے ساتھ مل کر اس مبارک مہینہ کی آخری ساعات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔ جس وقت دنیا کے دوسرے شہروں میں مسلمان بلند مقامات پر کھڑے چاند دیکھنے کی کوشش میں لگے ہوتے ہیں۔ قادیان کی مسجد اقصیٰ احمدیوں کی تضرع اور زاری سے گونج رہی ہوتی ہے۔ جو وہاں جمع ہو کر اپنے امام کی اقتداء میں اللہ تعالیٰ کے حضور دستِ دعا ہوتے ہیں کہ وہ اسلام کو دوبارہ دنیا میں قائم کرے۔ اسے پھر وہی غلبہ عطا کرے جو پہلے بھی حاصل ہو چکا ہے۔ دنیا میں اسلام کا بول بالا کرے۔ دنیا کے مصائب و مشکلات کو دور کرے۔ اہل دنیا کو گناہ اور فسق و فجور کی ظلمت سے نکال کر ایمان اور اپنی معرفت کی پرسکون فضا میں سانس لینے کی توفیق عطا فرمائے ۔ بے شک وہ اپنے اپنے عزیز و اقارب اور احباء کے لئے بھی اس وقت دعائیں کرتے ہیں لیکن ان کی دعاؤں کا زیادہ حصہ اسلام کی شوکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات کے اظہار پر مشتمل ہوتا ہے۔ اور قادیان میں رمضان المبارک کی یہ گھڑیاں اپنے اندر ایسی خصوصیت رکھتی ہیں کہ جس کی کوئی ایک مثال بھی دنیا کے کسی اور مقام پر پائی نہیں جاسکتی۔

ایک اور خصوصیت قادیان کی یہاں کی مساجد میں رمضان کے آخری عشرہ میں نظر آتی ہے اور وہ معتکفین کی کثرت ہے۔ جس کثرت سے یہاں لوگ اعتکاف بیٹھتے ہیں۔ امید نہیں کسی اور جگہ بیٹھتے ہوں۔ معتکفین میں ہر طبقہ اور ہر عمر کے لوگ ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے معزز اور سرکاری عہدیدار، تاجر، صناع، بوڑھے جوان سب قسم کے لوگ معتکفین کے زمرہ میں شامل ہوتے ہیں اور پھر مستورات کے لئے بھی اعتکاف بیٹھنے کے انتظامات کئے جاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ایک اور چیز جو یقیناً دنیا میں کسی اور جگہ نظر نہ آئے گی وہ بچوں کا اعتکاف ہے۔ چنانچہ اس سال 16-15 سال کے بعض بچے معتکفین میں تھے۔ غور فرمایئے کھیل کود کے اس زمانہ میں دین سے اتنا شغف اور اتنا شوق قادیان میں رمضان ایسے رنگ میں گذرتا ہے کہ آج اس کی مثال دنیا میں اور کہیں نہیں مل سکتی اور اس سے ایسے فوائد حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا منشاء ہے کہ مسلمان اس سے حاصل کریں اور جن کے حصول سے اس زمانہ کے مسلمان بالکل بے پرواہ ہیں افسوس ہے کہ آج مسلمان روزہ کے اصل مقصد کی نسبت سحری، افطاری اور عید کی تیاری پر زیادہ توجہ دیتے ہیں۔''

(الفضل 5/اکتوبر 1943ء)

رمضان میں اجتماعی دعاؤں کی تحریک

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہمیشہ جماعت احمدیہ کو دعائیں کرنے کی تحریک فرماتے رہتے تھے۔ 11/ دسمبر 1936ء کو جمعہ کا مبارک دن اور رمضان کا پچیسواں روزہ تھا۔ اس روز حضورؓ کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ رمضان کے مبارک ایام اب قریب الاختتام ہیں۔ ہمیں ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کی صورت یہ اختیار کرنی چاہئے کہ آج اور کل کی دو راتوں میں ایسی دعائیں کی جائیں جو مشترکہ ہوں۔ چنانچہ حضورؓ نے خطبہ جمعہ میں جماعت کو اس امر کی طرف زوردار طریق پر توجہ دلائی اور دو راتوں کے لئے مندرجہ ذیل دو مشترکہ دعائیں تجویز فرمائیں۔

پہلی دعا۔'' الٰہی تیرا عفو تام اور توبہ نصوح ہمیں میسر ہو۔ اور نہ صرف ہمیں میسر ہو بلکہ ہمارے خاندان کو ہمارے ہمسایوں کو، ہمارے دوستوں کو، ہمارے عزیزوں کو اور رشتہ داروں کو اور ہماری تمام جماعت کو، یہ نعمت میسر آجائے۔ خدایا ہم تیرے عاجز و خطا کار اور گنہگار بندے ہیں۔ ہم سخت کمزور اور ناتواں ہیں۔ جالوں اور پھندوں میں ہم نے اپنے آپ کو پھنسا رکھا ہے۔ ان میں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں اور ہماری نجات کی کوئی صورت نہیں سوائے اس کے کہ تیرا عفو تام ہم پر چھا جائے۔ اور آئندہ کے لئے وہ توبہ نصوح ہمیں حاصل ہو جائے جس کے بعد کوئی ذلت اور کوئی تنزل نہیں ہے۔''

دوسری دعا۔'' اے خدا تو کامل ہے۔ ہر تعریف سے مستغنی ہے۔ ہر عزت سے مستغنی ہے۔ ہر شہرت سے مستغنی ہے۔ تجھے اس بات کی کوئی حاجت نہیں کہ تیرے بندے تجھ پر ایمان لاتے ہیں یا نہیں۔ ان کے مان لینے سے تیری شان میں کوئی ترقی نہیں ہوسکتی۔ اور ان کے نہ ماننے سے تیری شان میں کوئی کمی نہیں آسکتی۔ مگر ہمارے رب! گو تو محتاج نہیں لیکن دنیا تیرے نور کی محتاج ہے۔ اور ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں کہ تیری صفات دنیا پر جلوہ گر ہوں۔ اور تیرا نور عالم پر پھیلے اور تمام بنی نوع انسان تجھ پر ایمان لائیں اور تیری بادشاہت دنیا میں قائم ہو۔ اے خدا اپنے لئے نہیں بلکہ اپنے غریب بندوں کی خاطر دنیا پر رحم فرما۔ اپنی خالقیت کے اظہار کے لئے نہیں بلکہ مخلوق پر ترحم اور شفقت کرنے کے لئے انہیں وہ راستہ دکھا جو انہیں تیرے قرب تک پہنچانے والا ہو۔ اور جس کے نتیجہ میں تیری بادشاہت دنیا پر قائم ہو جائے۔ تا بنی نوع انسان تیرے نور سے منور ہو جائیں۔ ان کے دل روشن ہو جائیں ان کی آنکھیں چمک اٹھیں اور ان کے ذہن تیز ہو جائیں۔''

حضور نے مذکورہ بالا دعاؤں کا تذکرہ کرتے ہوئے احباب جماعت کو یہ بھی تلقین فرمائی کہ

''سال میں سے کم از کم ایک دن تم خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے گناہوں پر روؤ اور خوشی کی چیز اس سے کوئی نہ مانگو۔ اس سے روپیہ نہ مانگو۔ اس سے پیسہ نہ مانگو۔ اس سے دولت نہ مانگو۔ اس سے صحت نہ مانگو۔ اس سے قرضوں کا دور ہونا نہ مانگو۔ اس سے اعزاز نہ مانگو۔ اس سے اکرام نہ مانگو۔ پھر یہی مانگو کہ خدایا تیرا عفو تام ہمیں حاصل ہو۔ اور توبہ نصوح ہمارے لئے میسر ہو جائے۔ اس دعا کو مختلف رنگوں میں مانگو۔ مختلف طریقوں سے مانگو۔ مختلف الفاظ میں مانگو۔ اپنے لئے مانگو۔ اپنی بیویوں کے لئے مانگو۔ اپنے بچوں کے لئے مانگو۔ اپنے دوستوں کے لئے مانگو۔ اپنے ہمسایوں کے لئے مانگو۔ اپنے شہر والوں کے لئے مانگو۔ اور پھر ساری جماعت کے لئے مانگو۔ مگر چیز ایک ہو۔ بات ایک ہو۔ رنگ ایک ہو۔ سُر ایک ہو۔ تال ایک ہو۔ اور جو کہو اس کا خلاصہ یہ ہو۔ ہم تیرا عفو تجھ سے ہی چاہتے ہیں۔ پس اس عفو سے مانگو۔ اس غفّار سے مانگو۔ اس ستّار سے مانگو۔ اس توّاب سے مانگو۔ اور اگر تم اس سے رحمانیت مانگو۔ تو اسی لئے کہ وہ تمہیں اپنا عفو تام اور توبہ نصوح دے اور اگر رحیمیت مانگو تو بھی اسی لئے کہ وہ تمہیں اپنا عفو تام اور توبہ نصوح دے۔''

(خطبہ جمعہ 11/دسمبر 1936ء مطبوعہ الفضل 13/دسمبر 1936ء)

قادیان کی عارضی اور دائمی کشش

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر کرتے ہیں کہ

''رمضان کا مبارک مہینہ جو قادیان میں اپنے گونا گوں روحانی مناظر کی وجہ سے گویا ایک جیتی جاگتی مجسّم صورت اختیار کر لیتا تھا۔ روزہ نفلی نمازیں۔ تراویح۔ درس القرآن۔ خاص دعائیں صدقہ و خیرات اور بالآخر روحانی خوشی کی حامل عید وغیرہ۔ یہ وہ چیزیں تھیں جن سے قادیان کا رمضان ایک مجسم روحانی زندگی بن جاتا تھا اور اس زندگی میں جماعت کا ہر فرد بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا تھا۔''

(الفضل 12/دسمبر 1948ء)

قادیان کی ان رونقوں کو درویشان قادیان نے آباد کیا۔ آج ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم بھی رمضان المبارک کے بابرکت ایام سے زیادہ سے زیادہ مستفیض ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ کی زندہ تفسیر حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ

بشیر الدین قادر مربی سلسلہ دفتر اخبار بدر قادیان

اَلرَّحۡمٰنُ ○ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ ○ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ ○ عَلَّمَهُ الۡبَيَانَ (الرحمٰن: 5-2)

قرآن مجید کی یہ آیت بیان کرتی ہے کہ بیان کی صلاحیت اللہ تعالیٰ کی خاص عطا ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ کے ذوقِ بیان کو اسی الٰہی عطا کا مظہر کہا جا سکتا ہے، کیونکہ آپؓ کا بیان محض سیکھا ہوا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی فطری قوت تھا۔

يُؤۡتِي الۡحِكۡمَةَ مَنۡ يَّشَآءُ ۚ وَمَنۡ يُّؤۡتَ الۡحِكۡمَةَ فَقَدۡ اُوۡتِيَ خَيۡرًا كَثِيۡرًا (البقرۃ: 270)

حضرت مصلح موعودؓ کے بیان میں حکمت نمایاں تھی۔

آپؓ کا ہر خطاب سنجیدہ فکری ترتیب، گہرے مفہوم اور عملی رہنمائی پر مشتمل ہوتا، جو اس آیت کی عملی تصویر محسوس ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی عظیم مقصد کے لیے کسی بندے کو چنتا ہے تو اسے غیر معمولی اوصاف سے بھی نوازتا ہے۔ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جنہیں تاریخ حضرت مصلح موعودؓ کے نام سے یاد کرتی ہے، اُن برگزیدہ ہستیوں میں سے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قیادت، علم، فہمِ قرآن اور ذوقِ بیان جیسی اعلیٰ صفات عطا فرمائیں۔ آپؓ کا ذوقِ بیان محض خطابت یا الفاظ کی خوب صورتی تک محدود نہ تھا بلکہ وہ اصلاحِ نفس، تعمیرِ جماعت اور بیداریِ امت کا طاقتور ذریعہ تھا۔

ذوقِ بیان کی فطری بنیاد

حضرت مصلح موعودؓ کا ذوقِ بیان تصنع یا محنتِ محض کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ یہ ایک فطری اور ودیعت شدہ صلاحیت تھی جو پیشگوئی مصلح موعود کے نتیجہ میں بچپن ہی سے آپؓ میں نمایاں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو ایسا ذہن عطا فرمایا جو خیالات کو فوراً منظم کر لیتا اور انہیں نہایت مؤثر انداز میں بیان کر دیتا۔

قرآنِ کریم سے گہرا تعلق

آپؓ کے ذوقِ بیان کی اصل روح قرآنِ کریم تھا۔ حضرت مصلح موعودؓ قرآن کو صرف پڑھتے ہی نہیں تھے بلکہ آپ کے خطابات میں قرآن بولتا ہوا محسوس ہوتا تھا۔

آیاتِ قرآنی کو اس سیاق و سباق کے ساتھ بیان فرماتے کہ سامع پر اُن کا زندہ اثر قائم ہو جاتا اور پیشگوئی كَاَنَّ اللہ نزل من السماء جلوہ گر ہوتی محسوس ہوئی اور تفسیر، استدلال اور عملی قوت تینوں پہلو آپؓ کے بیان میں بیک وقت جلوہ گر ہوتے نظر آتے۔

سادگی اور گہرائی کا حسین امتزاج

حضرت مصلح موعودؓ کے ذوقِ بیان کی ایک عظیم خوبی یہ تھی کہ آپؓ انتہائی گہرے مضامین کو بھی ایسی سادہ زبان میں بیان فرماتے کہ ایک عام آدمی بھی سمجھ لیتا۔ نہ ثقالت، نہ پیچیدگی بلکہ ''ایسا بیان جو دل میں اتر جائے اور عقل کو روشن کر دے۔''

دلائل کی ہمہ گیری

آپؓ کا بیان محض جذباتی نہیں ہوتا تھا بلکہ قرآن، حدیث، تاریخ، عقل اور مشاہدہ سب کو یکجا کر کے پیش کیا جاتا تھا۔ اسی لیے حضرت مصلح موعودؓ کا ذوقِ بیان قائل بھی کرتا تھا اور متاثر بھی۔ مخالفین بھی آپؓ کے استدلال کی قوت کے معترف تھے۔

سامعین کی نفسیات پر گرفت

حضرت مصلح موعودؓ کو یہ غیر معمولی ملکہ حاصل تھا کہ وہ سامعین کی ذہنی سطح، علمی معیار اور روحانی حالت کو فوراً بھانپ لیتے۔ چنانچہ عوام سے خطاب میں سادگی، علماء کے سامنے گہرائی، نوجوانوں میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے والا اسلوب اختیار فرماتے۔

جذبات کا متوازن استعمال

آپؓ کے ذوقِ بیان میں جذبات ضرور ہوتے تھے مگر بے قابو نہیں۔ جہاں اصلاح مطلوب ہو، وہاں درد جہاں تنبیہ ضروری ہو، وہاں جلال اور جہاں تسلی مقصود ہو، وہاں شفقت یہ توازن حضرت مصلح موعودؓ کے بیان کو دلوں پر اثر انداز بناتا تھا۔

فی البدیہہ خطابت

حضرت مصلح موعودؓ کی خطابت کا ایک درخشاں پہلو فی البدیہہ بیان تھا۔ اکثر بغیر تحریر کے گھنٹوں خطاب فرماتے، نہ ربط ٹوٹتا، نہ مضمون بکھرتا، نہ اثر کم ہوتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید اور بلند ذوقِ بیان کی روشن دلیل ہے۔

اصلاح اور عمل کی دعوت

حضرت مصلح موعودؓ کا بیان صرف سننے کے لیے نہیں ہوتا تھا بلکہ وہ عمل پر آمادہ کرنے والا ہوتا تھا۔ آپؓ کے خطبات اور تقاریر سن کر لوگوں کی زندگیاں بدلیں، سوچیں سنوریں اور قربانی، اطاعت اور خدمت کا جذبہ پیدا ہوا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے علمی کارناموں کی بے شمار مثالیں تاریخ احمدیت کا روشن باب ہیں۔ آپؓ نے اپنے باون سالہ دَورِ خلافت میں ایسے لاتعداد کارنامے سرانجام دیئے جنہیں پایہ تکمیل تک پہنچانا کسی عام آدمی کے بس کی بات نہیں تھی۔ اگر آپ کے علمی کارناموں پر ہی نگاہ ڈال لی جائے تو ہر صاحبِ شعور انسان جان سکتا ہے کہ اس قدر عظیم الشان علمی کارنامے جن میں حد درجہ یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے کوئی باعزم، صاحبِ استقامت اور اولوالعزم انسان ہی انجام دے سکتا ہے۔ مستقل بیماری، نقاہت اور کمزوری، آنکھوں کی تکلیف، جماعتی کاموں کا بوجھ اور اندرونی و بیرونی دشمنوں سے برسر پیکار ایک شخص ایسے ایسے علمی و دینی مسائل حل کر دیتا ہے جو چودہ سو سال سے لاینحل مسائل میں شمار ہوتے تھے۔ پس آپؓ کی تحریرات، خطبات وخطابات، منظومات، ملفوظات، تفسیر و دروسِ قرآن کریم آپ کی اولوالعزمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک مرتبہ حضور رضی اللہ عنہ کے علمی کارناموں کی مختصر جھلک دکھاتے ہوئے فرمایا:

''آپ کے جو کام ہیں ان کی ایک جھلک جو ہے میں آپ کو بتا دیتا ہوں ......اس وقت انوار العلوم کی (26) جلدیں شائع ہو چکی ہیں ان چھبیس جلدوں میں کل چھ سو ستّر (670) کتب لیکچرز اور تقاریر آ چکی ہیں۔ خطبات محمود کی اس وقت تک کل (39) جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں 1959ء تک کے خطبات شائع ہو گئے ہیں۔ ان جلدوں میں (2367) خطبات شامل ہیں۔ تفسیر صغیر دس سو اکہتر (1071) صفحات پر مشتمل ہے۔ تفسیر کبیر دس (10) جلدوں پر محیط ہے اس میں قرآن کریم کی (59) سورتوں کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ تفسیر کبیر کی دس جلدوں کے صفحات کی تعداد پانچ ہزار نو سو سات (5907) ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ کے درس القرآن جو کہ غیر مطبوعہ تفسیر تھے وہ ریسرچ سیل نے کمپوز کرنے کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن کے سپرد کر دیئے ہیں۔ اس کے (3094) صفحات ہیں۔ اس کے بعد اب ریسرچ سیل کو میں نے کہا تھا کہ حضرت مصلح موعود کی تحریرات اور فرمودات سے تفسیر قرآن اکٹھی کی جائے جس پر کام شروع کیا گیا ہے اور اب تک نو ہزار (9000) صفحات پر مشتمل تفسیر لی جا چکی ہے اور اس پر مزید کام جاری ہے۔''

(الفضل انٹرنیشنل ۱۳؍مارچ ۲۰۲۰ء صفحہ ۸ تا ۹)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے صرف دینی معاملات میں ہی دنیا کی راہنمائی نہیں فرمائی بلکہ معاشی، اقتصادی اور سیاسی میدان میں بھی اپنی قابلیت کا لوہا منوایا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: ''آپ کے علمی کارنامے ایسے ہیں جو دنیا کو نیا انداز دینے والے ہیں جس کا دنیا نے اقرار کیا......معاشی، اقتصادی، سیاسی، دینی، روحانی سب پہلوؤں پر آپ نے بھی قلم اٹھایا ہے یا تقریر کے لیے کھڑے ہوئے ہیں، یا مشوروں سے امتِ محمدیہ یا دنیا کی راہنمائی فرمائی تو کوئی بھی آپ کے تبحرِ علمی اور فراست اور ذہانت اور روحانیت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ مصلح موعودؓ تھے، دنیا کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا تھا، جس میں روحانی، اخلاقی اور ہر طرح کی اصلاح شامل تھی۔''

(الفضل انٹرنیشنل ۱۳؍مارچ ۲۰۲۰ء صفحہ ۹) (بحوالہ بدر 17 فروری 2023ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات سے جہاں دنیا ہر قسم کے علوم وفنون سے مستفید ہوئی ہے وہیں آپ نے قرآن کریم میں پنہاں بے شمار علوم کے خزانے نکال کر دنیا کے سامنے پیش فرمائے ہیں۔ قرآن کریم کا معیاری ترجمہ اور اُس کے تفسیری نکات کا بیان انتہائی توجہ طلب اور کٹھن کام ہے۔ تفسیر کبیر اور تفسیر صغیر لکھتے وقت آپ پر ایک ہی دھن سوار تھی کہ کسی طرح یہ اہم کام جلد از جلد مکمل ہو جائے۔ دن رات اسی کام میں مگن رہتے۔ کھانے پینے اور آرام کی ذرہ برابر پرواہ نہ کرتے۔ ۱۳؍دسمبر ۱۹۴۰ء کے خطبہ جمعہ میں تفسیر کبیر کے کچھ حصوں کے ترجمہ اور تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میری طبیعت کچھ دنوں سے زیادہ علیل رہتی ہے اور چونکہ قرآن شریف کے ترجمہ اور تفسیر کے کام کا بہت بڑا بوجھ ان دنوں ہے......آج کل اکثر ایام میں رات کے تین چار بلکہ پانچ بجے تک بھی کام کرتا رہتا ہوں۔ اس لیے اس قسم کی جسمانی کمزوری محسوس کرتا ہوں کہ اس قدر بوجھ طبیعت زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتی۔''

(خطبات محمود جلد ۲۱ صفحہ ۴۷۱)

نیز فرمایا: ''اس کام کی وجہ سے دو ماہ سے انتہائی بوجھ مجھ پر اور ایک ماہ سے میرے ساتھ کام کرنے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

بیعت کرنے سے غرض یہ ہے کہ تا دنیا کی محبت ٹھنڈی ہو اور اپنے مولیٰ کریم اور رسول مقبول ﷺ کی محبت دل پر غالب آجائے اور ایسی حالت انقطاع پیدا ہو جائے جس سے سفرِ آخرت مکروہ معلوم نہ ہو

(آسمانی فیصلہ، روحانی خزائن، جلد 4، صفحہ 375)

طالبِ دُعا: جے عظیم احمد ولد مکرم جے وسیم احمد صاحب امیر ضلع محبوب نگر (صوبہ تلنگانہ)

والوں پر پڑا ہے۔ یہ بوجھ عام انسانی طاقت سے بڑھا ہوا ہے اور زیادہ دیر تک برداشت کرنا مشکل ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل اور تصرف نہ ہو۔‘‘

(خطبات محمود جلد ۲۱ صفحہ ۴۷۴)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا ذوقِ بیان محض ایک فنی مہارت یا اکتسابی صلاحیت نہ تھا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص عطا، پیشگوئی مصلح موعود کی عملی تعبیر اور قرآنی وعدہ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ کا زندہ مظہر تھا۔

آپؓ کا بیان حکمت، بصیرت، تاثیر اور عملی رہنمائی کا ایسا حسین امتزاج تھا جس نے دلوں کو مسخر کیا، اذہان کو روشن کیا اور افراد و جماعت دونوں کی تقدیر بدلنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ کی خطابت اور تحریر میں قرآنِ کریم محض حوالہ نہیں بلکہ روح کی حیثیت رکھتا تھا۔ آپؓ کا بیان سن کر یوں محسوس ہوتا تھا گویا قرآن عصرِ حاضر سے ہم کلام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپؓ کے خطابات وقتی جوش کا باعث بننے کے بجائے دیرپا فکری و عملی انقلاب کا ذریعہ بنے۔ سادگی اور گہرائی، جذبات اور عقل، جلال اور جمال، سب ایک کامل توازن کے ساتھ آپؓ کے بیان میں جلوہ گر نظر آتے ہیں۔

اسی ذوقِ بیان نے آپؓ کو فی البدیہہ خطابت میں بھی وہ مقام عطا کیا کہ گھنٹوں کے خطابات میں نہ ربط ٹوٹتا، نہ مضمون بکھرتا اور نہ تاثیر میں کمی آتی۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی عظیم مقصد کے لیے کسی کو چنتا ہے تو اسے غیر معمولی قوتوں اور تائیدات سے بھی نوازتا ہے۔

آپؓ کے علمی کارنامے، بالخصوص قرآنِ کریم کی تفاسیر، خطبات، دروس اور بے شمار تحریرات، اس ذوقِ بیان کی عملی اور تحریری صورت ہیں۔ شدید بیماری، جسمانی کمزوری اور جماعتی ذمہ داریوں کے بے پناہ بوجھ کے باوجود اتنا عظیم علمی ذخیرہ پیش کرنا انسانی طاقت سے ماورا معلوم ہوتا ہے، سوائے اس کے کہ اسے الٰہی فضل و نصرت کا نتیجہ تسلیم کیا جائے۔

پس یہ نتیجہ بلاتردد اخذ کیا جاسکتا ہے کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ حقیقی معنوں میں سلطانُ البیان تھے۔ آپؓ کا ذوقِ بیان اصلاحِ نفس، جماعت اور ہدایتِ عالم کا طاقتور ذریعہ ثابت ہوا، اور آپؓ کی ذات اس قرآنی صداقت کی روشن مثال ہے کہ جسے اللہ حکمت عطا کرے، اُسے خیرِ کثیر عطا کی جاتی ہے۔

☆☆☆

اعلان برائے اسامی ڈرائیور صدر انجمن احمدیہ قادیان

شرائط

(1) اُمیدوار کی عمر 18 سال سے زائد اور 40 سال سے کم ہو۔

(2) اُمیدوار کم از کم دسویں پاس ہو۔

(3) اُمیدوار کے پاس فور وہیلر گاڑی چلانے کا Valid لائسنس ہونا ضروری ہے۔

(4) اُمیدوار کے لئے ضروری ہوگا کہ اس کے پاس کسی سرکاری یا نجی ادارہ میں ڈرائیونگ کم از کم 2 سال کا تجربہ ہو۔ نیز اپنی درخواست کے ساتھ مذکورہ ادارہ جس میں اُمیدوار کے تجربہ حاصل کیا ہے وہاں کا Experience Certificate پیش کرنا بھی اُمیدوار کے لئے لازمی ہے۔

(5) اُمیدوار کے لئے اپنا Birth Certificate جمع کرنا ضروری ہے۔

(6) اُمیدوار کے لئے تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیاب ہونا ضروری ہوگا۔

(7) تحریری ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیاب ہونے والے اُمیدواران کا ڈرائیونگ ٹیسٹ بھی لیا جائیگا۔

(8) اُمیدوار کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ نور ہسپتال قادیان سے میڈیکل فٹنس سرٹفکیٹ کے مطابق صحتمند اور تندرست ہو۔

(9) اُمیدوار ڈرائیور کو تقرری کے بعد درجہ دوئم کے برابر الاؤنس اور دیگر سہولیات دی جائے گی۔

(10) سلیکشن کی صورت میں اُمیدواران کو قادیان میں ابتدائی پانچ سال تک اپنی رہائش کا انتظام خود کرنا ہوگا۔

(11) اُمیدوار کے اخراجات سفرخرچ قادیان آمدورفت اپنے ہوں گے۔

نوٹ:۔ تحریری امتحان، انٹرویو وڈرائیونگ ٹیسٹ کی تاریخ سے اُمیدواران کو بعد میں مطلع کیا جائیگا۔

مزید معلومات کے لئے رابطہ کریں

نظارت دیوان صدر انجمن احمدیہ قادیان پن کوڈ: 143516

موبائل: 09682627592, 09888232530 دفتر: 01872-501130

E-mail: diwan@qadian.in

تفسیر صغیر

بامحاورہ ترجمہ وتفسیر

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی یہ معرکۃ الآراء اور لطیف تصنیف قرآن کریم کا ترجمہ اور مختصر تشریحی نوٹس کا مجموعہ ہے۔ یہ لاجواب اور بے مثال علمی اور دینی شاہکار پہلی دفعہ دسمبر 1957ء میں طبع ہوا، اور تاحال اس کے دنیا بھر میں متعدد ایڈیشن شائع کئے جاچکے ہیں۔ خالص تائید الٰہی سے مکمل ہونے والی اس کاوش سے کلام اللہ کے معنوی، لغوی اور ادبی کمالات کھل کر سامنے آتے ہیں۔ عربی متن سے وفا کرتے ہوئے اردو زبان کے محاسن، سلاست اور ادائیگی مفہوم کے اعتبار سے یہ تفسیر ایک اعجاز ہے جو بیک وقت تفسیر، کلام، فقہ، تاریخ اور موازنہ بین الادیان پر مبتدی سے لیکر ثقہ عالم کے لئے علم ومعرفت کی راہیں وا کرنے والی ہے۔ اس تفسیر کے ساتھ طبع ہونے والا تفصیلی انڈیکس بھی مضامین قرآنی کی وسعت کو کماحقہ اُجاگر کرنے والا ہے۔ الغرض یہ تفسیر حسن ترجمہ وتفسیر ایک مرقع ہے۔

کلام محمود

منظوم کلام حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد، المصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانیؓ

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ ایک فصیح البیان مقرر، ایک عظیم مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ حسن و کمال سے بھرپور ایک شعری ملکہ بھی رکھتے تھے کلامِ محمود میں آپ کی دو سو سے زیادہ نظموں کے علاوہ قطعات، الہامی مصرعوں وغیرہ کو جمع کر دیا گیا ہے۔ اور اس قیمتی مجموعہ میں ہر منظوم کلام کے نیچے اس کا ماخذ وحوالہ بھی درج ہے نیز اس مجموعہ کلام کے مضامین کی وسعت اور گہرائی آپ کے دیگر لٹریچر کی طرح بہت ہی متنوع اور جذب وکیفیات سے پُر گہرا اثر لئے ہوئے ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

جمال وحسن قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے ✿ قمر ہے چاند اَوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا ✿ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاکِ رحماں ہے

طالب دعا: ضیاء الدین خان صاحب مع فیملی (حلقہ محمود آباد، جماعت احمدیہ کیرنگ صوبہ اڈیشہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ✿ مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

کس سے اس نور کی ممکن ہو جہاں میں تشبیہ ✿ وہ تو ہر بات میں ہر وصف میں یکتا نکلا

طالب دعا: محمد نوراللہ شریف صاحب مرحوم وافراد خاندان (جماعت احمدیہ شموگہ، صوبہ کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

’’وفا کو بھی بڑھائیں، اپنے تقویٰ کو بھی بڑھائیں اور خلافت کے ساتھ اپنے تعلق کو بھی بڑھائیں۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 29 رمئی 2015)

طالب دعا: ناصر احمد ایم.بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم.اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

جب تک اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول سے کامل محبت نہ ہو، نہ ہی دنیا کی محبت میں کمی آسکتی ہے، نہ ہی انسان کو مرتے وقت دلی سکون مل سکتا ہے اور نہ ہی مرتے وقت کی بے چینی دور ہوسکتی ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ 14 رستمبر 2018ء)

طالب دعا: افراد خاندان مکرم شکیل احمد گنائی صاحب مرحوم (دارالرحمت، جماعت احمدیہ ریشی نگر، کشمیر)

سیرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ازحضرت مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے رضی اللہ عنہ

اس کے بعد مقوقس نے اپنے ایک عربی دان کاتب کو بلایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام مندرجہ ذیل خط املاء کرا کے حاطب کے حوالہ کیا۔ اس خط کی عبارت یہ تھی:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ لِمُحَمَّدِ بۡنِ عَبۡدِاللّٰہِ۔ مِنَ الۡمَقُوۡقَسِ عَظِیۡمِ الۡقِبۡطِ۔ سَلَامٌ عَلَیۡکَ۔ اَمَّا بَعۡدُ فَقَدۡ قَرَأۡتُ کِتَابَکَ وَفَهِمۡتُ مَا ذَکَرۡتَ فِیۡهِ وَمَا تَدۡعُوۡ اِلَیۡهِ۔ وَقَدۡ عَلِمۡتُ اَنَّ نَبِیًّا قَدۡ بَقِیَ وَکُنۡتُ اَظُنُّ اَنۡ یَّخۡرُجَ مِنَ الشَّامِ۔ وَقَدۡ اَکۡرَمۡتُ رَسُوۡلَکَ وَبَعَثۡتُهٗ اِلَیۡکَ بِجَارِیَتَیۡنِ لَهُمَا مَکَانٌ مِنَ الۡقِبۡطِ عَظِیۡمٌ وَ کِسۡوَۃٌ وَاَهۡدَیۡتُ اِلَیۡکَ بَغۡلَۃً لِتَرۡکَبَهَا۔ وَالسَّلَامُ۔

یعنی ’’خدا کے نام کے ساتھ جو رحمن اور رحیم ہے۔ یہ خط محمد بن عبداللہ کے نام قبطیوں کے رئیس مقوقس کی طرف سے ہے۔ آپ پر سلامتی ہو۔ میں نے آپ کا خط اور آپ کے مفہوم کو سمجھا اور آپ کی دعوت پر غور کیا۔ میں یہ ضرور جانتا تھا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے مگر میں خیال کرتا تھا کہ وہ ملک شام میں پیدا ہوگا (نہ کہ عرب میں) اور میں آپ کے سفیر کے ساتھ عزت سے پیش آیا ہوں اور میں اس کے ساتھ دو لڑکیاں بھجوا رہا ہوں جنہیں قبطی قوم میں بڑا درجہ حاصل ہے اور میں کچھ پارچات بھی بھجوا رہا ہوں اور آپ کی سواری کے لئے ایک خچر بھی بھجوا رہا ہوں۔ والسلام۔‘‘

اس خط سے ظاہر ہے کہ مقوقس مصر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایلچی کے ساتھ عزت سے پیش آیا اور اس نے آپؐ کے دعویٰ میں ایک حد تک دلچسپی بھی لی مگر بہر حال اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور دوسری روایتوں سے پتہ لگتا ہے کہ عیسائی مذہب پر ہی اس کی وفات ہوئی۔ اس کی گفتگو کے انداز سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ وہ بے شک مذہبی امور میں دلچسپی تو لیتا تھا مگر جو سنجیدگی اس معاملہ میں ضروری ہے وہ اسے حاصل نہیں تھی۔ اس لئے اس نے بظاہر مؤدبانہ رنگ رکھتے ہوئے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو ٹال دیا۔

جو دو لڑکیاں مقوقس نے بھجوائی تھیں ان میں سے ایک کا نام ماریہ اور دوسری کا نام سیرین تھا۔ اور یہ دونوں آپس میں بہنیں تھیں۔ اور جیسا کہ مقوقس نے اپنے خط میں لکھا تھا وہ قبطی قوم میں سے تھیں۔ اور یہ وہی قوم ہے جس سے خود مقوقس کا تعلق تھا اور یہ لڑکیاں عام لوگوں میں سے نہیں تھیں بلکہ مقوقس کی اپنے تحریر کے مطابق ’’انہیں قبطی قوم میں بڑا درجہ حاصل تھا۔‘‘ دراصل معلوم ہوتا ہے کہ مصریوں میں یہ پرانا دستور تھا کہ اپنے ایسے معزز مہمانوں کو جن کے ساتھ وہ تعلقات کو بڑھانا چاہتے تھے رشتہ کے لئے اپنے خاندان یا اپنی قوم کی شریف لڑکیاں پیش کر دیتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابراہیمؑ مصر میں تشریف لے گئے تو مصر کے رئیس نے انہیں بھی ایک شریف لڑکی (حضرت ہاجرہؓ) رشتہ کے لئے پیش کی تھی جو بعد میں حضرت اسماعیلؑ اور ان کے ذریعہ بہت سے عرب قبیلوں کی ماں بنی۔ بہر حال مقوقس کی بھجوائی ہوئی لڑکیوں کے مدینہ پہنچنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ماریہ قبطیہ کو تو خود اپنے عقد میں لے لیا اور ان کی بہن سیرین کو عرب کے مشہور شاعر حسان بن ثابت کے عقد میں دے دیا۔ یہ ماریہ وہی مبارک خاتون ہیں جن کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ جو زمانہ نبوت کی گویا واحد اولاد تھی۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ یہ دونوں لڑکیاں مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی حاطب بن ابی بلتعہ کی تبلیغ سے مسلمان ہو گئی تھیں۔ جو خچر اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفہ میں آئی وہ سفید رنگ کی تھی اور اس کا نام دلدل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر اکثر سواری فرمایا کرتے تھے اور غزوۂ حنین میں بھی یہی خچر آپؐ کے نیچے تھی۔

یہ سوال کہ آیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو زوجہ کے طور پر اپنے عقد میں لیا یا کہ صرف مِلک یمین کے رنگ میں اپنے عقد میں رکھا ایک اختلافی سوال ہے جس کی تفصیل میں ہمیں اس جگہ جانے کی ضرورت نہیں۔ بہر حال دو باتیں قطعی طور پر یقینی ہیں۔ ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماریہ کو شروع سے ہی پردہ کرایا۔ اور پردہ کے متعلق ثابت ہے کہ وہ صرف آزاد عورتیں اور ازواج ہی کرتی تھیں۔ چنانچہ روایت آتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر کے بعد ایک یہودی رئیس کی بیٹی صفیہ کے ساتھ عقد کیا تو صحابہ میں اختلاف ہوا کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں یا کہ محض مِلک یمین۔ پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پردہ کرایا تو صحابہ نے سمجھ لیا کہ وہ زوجہ ہیں نہ کہ مِلک یمین۔ دوسرے یہ بات بھی تاریخ سے ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی ذاتی غلام نہیں رکھا بلکہ جو لونڈی یا غلام بھی آپؐ کے قبضہ میں آیا آپؐ نے اسے آزاد کر دیا۔ اس لحاظ سے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ماریہ قبطیہ کو لونڈی کے طور پر اپنے پاس رکھنا بعید از قیاس اور نا قابل قبول ہے۔ واللہ اعلم۔ ویسے اگر لونڈیوں کے متعلق اسلامی تعلیم کا خلاصہ ملاحظہ کرنا ہو تو کتاب ھٰذا کے حصہ دوم کے صفحات ۴۷۲ تا ۴۷۸ مطالعہ کئے جائیں۔

مقوقس والے خط کے متعلق ایک خاص بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ وہ کئی سو سال پردۂ خفا میں مستور رہنے کے بعد قریباً ایک سو سال ہوا کہ اپنی اصلی صورت میں دریافت ہو چکا ہے اور ہم اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس متبرک خط کا فوٹو یعنی عکس درج کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ رسم خط میں کافی تبدیلی ہو جانے کے باوجود اس عکس کے اکثر الفاظ نظر غور کے ساتھ پڑھے جا سکتے ہیں اور وہ بعینہٖ وہی الفاظ ہیں جو ہم نے اسلامی کتب کے حوالہ سے اوپر درج کئے ہیں۔ یہ خط ۱۸۵۸ء میں بعض فرانسیسی سیاحوں کو مصر کی ایک خانقاہ میں ملا اور اب اصل خط قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ اور اس کا فوٹو بھی شائع ہو چکا ہے۔لـہ اس خط کا دریافت کرنے والا مسیو ایتین برثلیمی تھا اور غالباً سب سے پہلے اس کا فوٹو مصر کے مشہور جریدہ الہلال بابت نومبر ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا تھا اور پھر پروفیسر مارگولیتھ نے بھی اپنی کتاب محمد اینڈ دی رائز آف اسلام میں اسے شائع کیا۔ اسی طرح وہ مصر کی ایک جدید تصنیف تاریخ الاسلام السیاسی مصنفہ الدکتور حسن بن ابراہیم استاذ التاریخ الاسلامی جامعہ مصریہ میں بھی چھپ چکا ہے اور بہت سے غیر مسلم محققین نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ یہ وہی اصل خط ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقوقس مصر کو لکھا تھا۔

ضمناً اس خط کی دریافت جس کا ایک ایک لفظ اور ایک ایک حرف حدیث اور تاریخ اسلامی کی روایت کے عین مطابق ہے اس بات کا بھاری ثبوت مہیا کرتی ہے کہ معتبر جامعین حدیث اور محقق مؤرخین اسلام نے روایات کے جمع کرنے میں کتنی بھاری احتیاط اور کتنی عظیم الشان امانت و دیانت سے کام لیا ہے۔ انہوں نے زبانی حافظہ کی بنا پر راویوں کے ایک لمبے سلسلہ کے ساتھ اس خط کی عبارت بیان کی اور بتایا کہ فلاں موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ان الفاظ کی تحریر مقوقس کو لکھی تھی اور پھر تیرہ سو سال کے طویل زمانہ کے بعد اصل خط کے دریافت ہونے پر یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی کہ جو روایت ان مسلمان محدّثین اور مؤرخین نے بیان کی تھی وہ حرف بحرف درست تھی۔ اس سے بڑھ کر اسلامی روایات کی صحت اور محدثین کی دیانت و امانت کا کیا ثبوت ہوگا؟ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سب راوی ہر لحاظ سے قابل اعتماد ہیں کیونکہ یقیناً ان میں حافظہ یا سمجھ یا دیانت کے لحاظ سے بعض کمزور راوی بھی پائے جاتے تھے، لیکن جو اچھے تھے ان کا تاریخ عالم میں جواب نہیں۔ (نوٹ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کا عکس اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں۔)

(سیرت خاتم النبیین صفحہ 820 تا 824 مطبوعہ قادیان 2006)

IMPERIAL GARDEN FUNCTION HALL
a desired destination for royal weddings & celebrations.
2 - 14 -122 / 2 - B , Bushra Estate
HYDRABAD ROAD, YADGIR - 585201
Contact Number : 09440023007, 08473296444

GRIP HOME
PROPERTY MANAGEMENT
Mohammed Anwarullah
Managing Partner
+91-9980932695
#4, Delhi Naranappa Street
R.S. Palya, Kammanahalli
Main Road, Bangalore - 560033
E-Mail : anwar@griphome.com
www.griphome.com

JMB RICE MILL (Pvt) Ltd.
SK ABDUL QADIR
Love For All, Hatred For None
AT. TISALPUR. P.O RAHANJA
DIST. BHADRAK, PIN-756111
STD: 06784, Ph: 230088
TIN : 21471503143
JMB

نمازجنازہ حاضروغائب

نمازِ جنازہ حاضروغائب

سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 27 اگست 2025ء بروز بدھ 12 بجے دوپہر اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں اپنے دفتر سے باہر تشریف لاکر درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ حاضروغائب پڑھائی۔

نمازجنازہ حاضر

مکرم چودھری ناصر احمد صاحب ابن مکرم چودھری حفیظ احمد صاحب مرحوم (Leicester۔یوکے)

23/اگست کو 67 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔آپ حضرت ماسٹر نواب دین صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے پوتے تھے۔مرحوم 1983ء میں جرمنی آئے اور برلن جماعت میں قائدمجلس، ریجنل قائد، ناظم علاقہ اورصدر جماعت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔سنہ 2000ء میں برطانیہ شفٹ ہوگئے اورلیسٹر جماعت میں سیکرٹری جائیداد کے علاوہ مجلس انصاراللہ میں بھی خدمت کی توفیق پائی۔مرحوم نمازوں کے پابند، ہنس مکھ،ملنسار،قربانی کے جذبہ سے سرشار، دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہونے والے ایک نیک اورمخلص انسان تھے۔خلافت کے ساتھ گہرا اخلاص اوروفا کا تعلق تھا۔مرحوم موصی تھے۔پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے، ایک پوتی اورتین پوتے شامل ہیں۔مرحوم کے چھوٹے بھائی فیصل آباد میں بطورنائب امیر ضلع خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

نمازجنازہ غائب

(1) مکرم صالح میکائیل صاحب (لوکل مشنری وصدر مجلس انصاراللہ۔ٹوگو)

6/جولائی 2025ءکوبقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔آپ نے 1999ء میں احمدیت قبول کی۔جس کے بعد سخت مخالفت، تشدد، اورجان کے خطرات کا سامنا کیا لیکن ایمان پر بڑی ثابت قدمی سے قائم رہے۔آپ کی اہلیہ نے بھی احمدیت قبول کی اور ہر مشکل میں ساتھ دیا۔آپ کا گھر کئی بار مسمار ہوا اورآپ کو بارہا گاؤں چھوڑنا پڑا۔اس کے باوجود آپ صبر واستقامت کے ساتھ تبلیغ کرتے رہے۔آپ کے تقویٰ، صبر وشکر اور عاجزی کے سب معترف تھے۔2012ء میں حکومت نے مخالفین کوروکا اور مسجد کی تعمیر کے لیے زمین بھی دی۔آپ کومختلف شہروں میں خدمت کی توفیق ملی اور 2023ء میں صدر مجلس انصاراللہ ٹوگو منتخب ہوئے۔آپ کے دور میں 55 سے زائد مجالس قائم ہوئیں۔آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند، عاجز اور بلند حوصلہ شخصیت کے مالک، خلافت کے فدائی، ایک نیک، متقی اور مخلص انسان تھے۔قرآن وحدیث کی روشنی میں دوسروں کی راہنمائی کرتے اور ہمیشہ اللہ پر توکل کرتے۔آپ کی دعاؤں اور قربانیوں کے نتیجے میں ٹوگو میں احمدیت کو مضبوطی ملی۔مرحوم موصی تھے۔پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ چار بیٹے اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔آپ کے بڑے بیٹے بطور لوکل مشنری اوردوسرے بیٹے مجلس خدام الاحمدیہ کی نیشنل عاملہ میں نیز اہلیہ بطور صدر لجنہ اماءاللہ ٹوگو اورتین بیٹیاں لجنہ کی نیشنل عاملہ میں خدمت کی توفیق پارہی ہیں۔

(2) مکرمہ امۃ المبین جبار صاحبہ اہلیہ مکرم عطاء الجبار صاحب (مہدی آباد۔جرمنی)

4/جولائی 2025ءکوبقضائے الٰہی وفات پاگئیں۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند، صابر وشاکر، غریبوں کی ہمدرد، فدائی اور مخلص خاتون تھیں۔آپ کی پوری زندگی خلافت احمدیہ سے وابستگی، جماعتی خدمت، ایثار ووفا اور قربانی کا عملی نمونہ پیش کرتے ہوئے گزری۔آپ نے صدر لجنہ مہدی آباد کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔اپنی تکلیف دہ بیماری کا تمام عرصہ بڑے صبر وشکر کے ساتھ گزارا۔بیماری سے کچھ عرصہ پہلے معلمہ کا امتحان کامیابی سے پاس کیا اور بہت سی بچیوں کو قرآن کریم کی تعلیم دیتی رہیں۔مرحومہ نے 2022ء میں جرمنی کی مسجد پاڈربورن کے لیے 50,000 یورو کی خطیر رقم پیش کی۔جماعتی چندوں میں باقاعدہ اوردلی خوشی سے مالی قربانی کرنے والی تھیں۔پاکستان میں بعض مستحقین کی بھی بڑی خاموشی اور باقاعدگی سے مالی مدد کیا کرتی تھیں۔مرحومہ کو اپنی اولاد کی دینی تربیت کی بہت فکر رہتی۔اسی وجہ سے سب بچوں کی بڑی اچھی تربیت کی۔مرحومہ موصیہ تھیں۔پسماندگان میں میاں کے علاوہ ایک بیٹا اوردو بیٹیاں شامل ہیں۔

(3) مکرم ملک ریاض احمد صاحب ابن مکرم ملک محمد شفیع صاحب (گولارچی ضلع بدین سندھ)

4/اگست 2025ءکو 85 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔آپ کو 40 سال سے زائد عرصہ جماعتی خدمت کا موقع ملتا رہا۔آپ نے نائب امیر ضلع بدین اور نائب ناظم انصاراللہ ضلع کے علاوہ ضلعی سطح پر قاضی، سیکرٹری رشتہ ناطہ اور سیکرٹری دعوت الی اللہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔مقامی جماعت گولارچی میں طویل مدت تک سیکرٹری مال اور پھر صدر جماعت بھی رہے۔تمام عمر انتہائی محنت، جانفشانی اوردیانت داری کے ساتھ مفوضہ ذمہ داریوں کو ادا کرتے رہے۔مرحوم اپنے حلقہ احباب میں بڑے ہردلعزیز اور بااصول شخصیت کے طور پر جانے جاتے تھے۔حضرت خلیفۃ المسیح کے تمام ارشادات پر اوّل طور پر اور کماحقہ عمل کرنے والے اور جماعتی نظام کی پاسداری کرنے والے وجود تھے۔مرحوم موصی تھے۔پسماندگان میں تین بیٹے اورتین بیٹیاں شامل ہیں۔آپ مکرم ملک احسن صاحب (مربی سلسلہ واستاد جامعہ احمدیہ) کے دادا اور مکرم اویس احمد تارڑ صاحب (مبلغ سلسلہ بینن) کے نانا تھے۔آپ کے ایک نواسے جامعہ احمدیہ میں زیر تعلیم ہیں۔

(4) مکرم غلام نبی قمر صاحب ابن مکرم میاں دین محمد صاحب (لاہور)

6/جولائی 2025ءکو 98 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔آپ کے خاندان میں احمدیت آپ کے ایک تایا مکرم میاں قطب دین صاحب کے ذریعہ آئی۔میٹرک کرنے کے بعد آپ کو آرڈیننس ڈپو راولپنڈی میں ملازمت مل گئی۔جہاں آپ نے بطور محصل خدمت کا آغاز کیا۔کچھ عرصہ بعد آپ کی لاہور تبدیلی ہوگئی اور آپ گنج مغل پورہ میں قیام پذیر ہوگئے۔جہاں آپ نے مقامی سطح پر جنرل سیکرٹری، سیکرٹری اصلاح وارشاد، سیکرٹری تحریک جدید، سیکرٹری وقف جدید اور سیکرٹری ضیافت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی اور یہ عرصہ تقریباً 60 سالوں پر محیط ہے۔مرحوم کچھ عرصہ اسیر راہ مولا بھی رہے۔آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار اور خلافت کے ساتھ بے پناہ محبت کرنے والے وجود تھے۔مرحوم موصی تھے۔پسماندگان میں تین بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔آپ کے بڑے بیٹے بطور نائب ناظم اعلیٰ مجلس انصاراللہ دوسرے بیٹے مکرم بشارت احمد ثاقب صاحب بطور چیئرمین ہومینٹی فرسٹ بیلجیئم اور چھوٹے بیٹے امارت مغل پورہ لاہور میں سیکرٹری وقف نو کے طور پر خدمت کی توفیق پارہے ہیں۔

(5) مکرم چودھری محمد امین مہار صاحب (آف گوجرانوالہ)

18/جون 2025ءکو 76 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے پڑدادا حضرت حاکم خان صاحب رضی اللہ عنہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ ہوا۔آپ نے نائب امیر ضلع گوجرانوالہ، سیکرٹری امور عامہ ضلع، سیکرٹری امور خارجہ اور صدر حلقہ کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔وفات سے قبل بطور سیکرٹری رشتہ ناطہ ضلع خدمت کررہے تھے۔پولیس کے محکمے میں بہت ایمانداری سے زندگی گزاری اوراس وجہ سے آپ کی پروموشن بھی لیٹ ہوئی لیکن آپ نے اس کی کوئی پرواہ نہیں کی۔پولیس میں کام کرنے کی وجہ سے جماعت کو جہاں بھی ضرورت ہوتی راہنمائی کرتے اورمونگ اور گوجرانوالہ کے مقدمات میں بھی جماعت کے ساتھ بہت تعاون کرتے رہے۔مرحوم بہت خوبیوں کے مالک تھے۔خاندان میں نہ صرف اپنے رحمی رشتوں کا بلکہ اہلیہ کے خاندان والوں کا بھی بہت خیال رکھا۔بچوں کے ساتھ بہت شفقت اور پیار کا سلوک تھا۔مرحوم صوم وصلوٰۃ اور تلاوت قرآن کریم کے پابند، تہجد گزار، نافع الناس وجود تھے۔آپ کو اللہ پر بہت زیادہ توکل تھا اور چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کے لیے بھی ہمیشہ اللہ کے حضور جھکتے تھے۔آپ نے ساری زندگی بیعت کا حق ادا کیا اور چندوں میں بھی بہت باقاعدہ تھے۔آپ کی کوششوں سے عمران کالونی گوجرانوالہ میں پہلے نماز سنٹر اور پھر مربی ہاؤس اور مسجد کا قیام عمل میں آیا اور ساری نمازیں اور جمعہ وغیرہ وہاں ادا ہونے لگا۔مرحوم موصی تھے۔پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا اور چار بیٹیاں شامل ہیں۔

(6) مکرم محمد رشید احمد صاحب ابن مکرم محمد رفیق احمد صاحب (آف آسٹریلیا)

12/جولائی 2025ءکو 88 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پاگئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔آپ 28/مئی 2010ء کے واقعہ میں مسجد دارالذکر میں پہلی صف میں تھے اور گرنیڈ کے ٹکڑے لگنے سے زخمی ہوگئے تھے۔اس وجہ سے ایک لمبا عرصہ آپ کو تکلیف بھی رہی۔سنہ 2010ء میں اہلیہ کے ہمراہ بیٹے کے پاس آسٹریلیا چلے گئے۔آپ سپریم کورٹ آف پاکستان کے سینئر ایڈووکیٹ تھے۔لاہور ڈیویلپمنٹ اتھارٹی کے قانونی مشیر بھی رہے لیکن رشوت نہ لینے اور کرپشن سے انکار پر آپ کو اس عہدہ سے ہٹا دیا گیا۔آپ نے ایڈیشنل سیکرٹری دعوت الی اللہ ضلع لاہور کے علاوہ مقامی قاضی سلسلہ کے طور پر بھی خدمت کی توفیق پائی۔آسٹریلیا میں بھی باوجود پیرانہ سالی کے خدمت کرتے رہے اور اپنی لوکل مجلس انصاراللہ میں دوسال تک ناظم تربیت کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔مرحوم نماز باجماعت کے پابند، تہجد گزار، ملنسار، خلافت کے اطاعت گزار، ایک نیک اور مخلص انسان تھے۔خلافت کی طرف سے جاری ہونے والی ہر تحریک پر لبیک کہتے۔تبلیغ کا بے حد شوق تھا۔اس کے لیے دیہات کے دورے بھی کیے اور کئی بیعتیں بھی کروائیں۔مرحوم موصی تھے۔پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے اور تین بیٹیاں شامل ہیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور انہیں اپنے پیاروں کے قرب میں جگہ دے۔اللہ تعالیٰ ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے اوران کی خوبیوں کو زندہ رکھنے کی توفیق دے۔آمین

☆......☆......☆

CHANDIGARH DIAGNOSTIC LABORATORY
Thane wala Chowk, Thikriwal Rd (Darul Salam Kothi Rd)
(Near Canara and Punjab & Sind Bank Qadian)

ہمارے یہاں ہر طرح کے جسمانی ٹیسٹ خون، پیشاب، بلغم، بایوپسی، وغیرہ کمپیوٹرائزڈ دستیاب ہیں
ہمارے ساتھی: SRL-Super Ranbaxy Lab,Thyrocare Mumbai

چوہدری محمد خضر باجوہ صاحب درویش قادیان　لقمان احمد باجوہ صاحب
پروپرائٹر : عمران احمد باجوہ، رضوان احمد باجوہ　فون نمبر: +91-85579-01648, +91-96465-61639

جرمنی کے مبلغین سلسلہ اور واقفین زندگی کے ایک وفد سے

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ملاقات

بقیہ ملاقات:

حضورِانور نے فرمایا کہ بچوں کو قرآن نہیں پڑھانا، خود دینی علم حاصل نہیں کرنا، تبلیغ میں سستی دکھانی ہے، تو پھر اس کا فائدہ کیا؟ یہ دیکھیں کہ جماعتِ احمدیہ نے باوجود اپنے کم وسائل کے سات سال کتنا خرچ آپ کو تعلیم دینے پر کیا۔ تو دنیاوی لحاظ سے بھی اب کمی تو نہیں ہے۔ بہت سوں سے بہتر ہیں۔ جب یہ حالت ہے تو پھر ایک احساس پیدا ہونا چاہیے کہ ہمارے بڑوں، ہمارے بزرگوں نے کیا کیا قربانیاں کیں، ہم اس کے مقابلے میں کیا کر رہے ہیں، انہوں نے کیا حاصل کیا، ہم اس کے مقابلے میں کیا حاصل کر رہے ہیں، ان کو کیا سہولتیں میسر تھیں جس کے باوجود انہوں نے کس طرح کام کیا، ہم نے اس میں آج موجودہ سہولتوں کے ساتھ کتنا کام کیا؟

تو یہ ساری باتیں ذہن میں انسان کو، وقفِ زندگی کو، مربی کو رکھنی چاہئیں۔ اور جب یہ ہوگا تو پھر دیکھیں آپ جرمنی میں انقلاب لا سکتے ہیں، نہیں تو ذرا ذرا سی بات ہوتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ یہ سوال ہے، اس کا جواب کیا ہے؟ وہ مختصر جواب تو آپ کو یہاں سے مل جائے گا، میرے سے مل جائے گا، سینئر مربی سے، کسی سے کہہ کے مل جائے گا، لیکن اس کی تحقیق کر کے خود توجہ سے پڑھنا، وہ تو جب تک آپ خود پانچ چھ گھنٹے روزانہ مطالعہ نہیں کریں گے، اس کے جواب آپ کو نہیں ملیں گے اور جب جواب ملیں گے تو پھر آپ کو علم کی پیاس اور لگے گی، پھر اور پڑھنے کی طرف توجہ پیدا ہوگی، پھر ان کے جواب جب آپ لوگوں کو دیں گے تو اس سے آپ کو satisfaction ملے گی کہ دیکھو! اس سے مَیں نے اگلے کو تسلی دلائی تو اس سے اور بھی توجہ پیدا ہوئی کہ ہاں! مَیں مزید علم حاصل کروں اور مزید لوگوں کو تسلی دلاؤں اور پھر ہر طبقے تک مَیں اسلام احمدیت کا پیغام پہنچادوں، اللہ تعالیٰ کے قریب آنے کا پیغام پہنچادوں، تو یہ چیزیں ہیں جو پھر انقلاب پیدا کیا کرتی ہیں۔

حضورِانور نے تلقین فرمائی کہ اپنے وقت کو تقسیم کریں اور اس کے تقسیم کرنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ دیکھیں کہ آپ صبح کتنے بجے اُٹھے، نفل ادا کیے، آج کل تو ویسے ہی راتیں لمبی ہیں تو نفل بڑے آرام سے ادا ہو جاتے ہیں، نفل ادا کیے، پھر فجر کی نماز پڑھی، اس کے بعد مطالعہ کرنا یا قرآنِ شریف پڑھنا اور پھر دفتر کا کام کتنا کیا، دین کا علم حاصل کرنے کے لیے کتنا مطالعہ کیا، دنیاوی علم حاصل کرنے کے لیے کتنا مطالعہ کیا، گھر کے کام پر کتنا وقت خرچ کیا، کُل نمازوں پر سارا دن کتنا وقت خرچ ہوا، یہ سارا جب دیکھیں گے، اپنے وقت کو نوٹ کرتے جائیں کہ آج مَیں نے کس کام کو کتنا وقت دیا تو ایک ہفتہ جب آپ نوٹ کریں گے، پھر ایک ہفتے کے بعد جائزہ لیں کہ مَیں نے چوبیس گھنٹے میں، گذشتہ سات دن میں، یہ کام دین کے لیے کیے، یہ کام عبادت کے لیے کیے، یہ کام گھر کے لیے کیے، یہ کام تبلیغ کے لیے کیے، یہ کام دنیاوی علم حاصل کرنے کے لیے کیے۔ تو پھر آپ کو پتا لگے گا کہ میرے وقت کا صحیح مصرف ہوا ہے کہ نہیں۔ اگر نہیں ہوا تو پھر مَیں نے اس کو بہتر کس طرح کرنا ہے؟ تو خود یہ ساری باتیں سوچنی ہوں گی۔

انقلاب پیدا کرنے کے حوالے سے حضورِانور نے ذاتی محنت اور کوشش کے ساتھ ساتھ کام کے نئے طریقے explore کرنے کی جانب توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ آپ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے عہد کیا ہے کہ ہم انقلاب پیدا کریں گے، عمل سے انقلاب آتے ہیں اور اس کے لیے ہم نے جو طریقے اختیار کرنے ہیں، وہ دیکھنے ہیں کہ کیا ہیں، اس کے لیے آپ کو خود طریقے explore کرنے پڑیں گے۔ بعض دفعہ وسائل نہیں ہوتے۔ ہمارے گھانا میں مربی تھے۔ باقی مربیان کہتے تھے کہ ہمارے پاس لٹریچر available نہیں ہے، ہمارے وسائل نہیں ہیں، کہاں جائیں، کس طرح تبلیغ کریں؟ تو بڑی محنت سے تبلیغ کرنے والے مربی تھے اور وہ ایسے remote area میں تھے، جہاں بالکل ہی وسائل نہیں تھے۔ گھانا سے جماعت کا اخبار گائیڈنس (guidance) چھپتا تھا۔ اس کو لے کے چلے جاتے تھے، سڑک پر کھڑے ہو جاتے تھے، ساتھ درود شریف پڑھتے رہتے تھے اور ساتھ کہتے تھے یہ لو۔ اس پر کوئی آ جاتا تھا، لیا، اس کو تبلیغ کر دی۔ سوال و جواب شروع ہو گئے۔ ایک سے دو، دو سے چار، اس طرح واقفیت بڑھتی چلی گئی۔ شام کو یا کسی وقت ان کو مسجد میں بلا لیا، وہاں تبلیغی مجالس ہونے لگیں تو ان کی تبلیغ کا معیار بہت اونچا تھا اور واقفیت بھی بڑی تھی۔ سارا شہر ان کو جانتا تھا، کسی جگہ کوئی جا رہا ہے، اس سے پوچھ لو۔ احمدیہ مشن یا فلاں مربی کا نام وہ بتا دے گا، ہاں وہاں چلے جاؤ، دو لاکھ کی آبادی میں ان کو لوگ جانتے تھے۔ آپ لوگوں کو کتنے لوگ ہیں جو آپ کو آپ کے area میں ہی جانتے ہیں؟ پانچ، سات سَو یا ہزار بندہ بھی آپ کو صحیح طرح نہیں جانتا ہوگا۔ حالانکہ area میں ساری آبادی کو آپ کو جاننا چاہیے۔ کم از کم آپ کی اتنی واقفیت ہونی چاہیے کہ آپ کے علاقے میں کم از کم دس ہزار آدمی کو آپ کو جاننا چاہیے۔ جب دس ہزار آدمی آپ کو جانے گا تو اس کا مطلب ہے کہ ایک لاکھ آدمی تک آپ کا پیغام بھی پہنچ جائے گا۔ گھر میں بیٹھے رہیں گے، تو کچھ بھی نہیں ہوگا، کوئی کام نہیں ہوگا۔ کام تو خود explore کرنے پڑتے ہیں۔ خود explore کرنا پڑے گا کہ ہم نے کیا کام نکالنے ہیں، سوچیں، بیٹھیں۔

حضورِانور نے تلقین فرمائی کہ پس اللہ سے تعلق کس طرح پیدا کرنا ہے، اپنا دینی علم کس طرح بڑھانا ہے، دنیاوی علم میں بھی کچھ حدّ تک کس طرح آگے بڑھنے کی کوشش کرنی ہے یا کم از کم contemporary issues کے اوپر تا کہ کسی سے confidence سے بات کر سکیں۔ مربی کا علم تو بڑا گہرا علم ہونا چاہیے۔ اتنی آپ کو عادت ہونی چاہیے کہ رسالوں، کتابوں اور اخباروں میں آپ کے آرٹیکل آنے چاہئیں۔ اگر آپ کہتے ہیں کہ سوشل میڈیا کا آج کل رواج ہے، اس کو لوگ زیادہ دیکھتے ہیں، اپنا علم پہلے بڑھائیں گے تو اس رواج میں بھی شامل ہوں گے۔ جب اس کا سوال کوئی اُٹھے گا تو اس کا جواب آپ فوری طور پر دیں۔ اسلام کی تعلیم کیا ہے، اسلام کیا کہتا ہے، اس کا حل کیا ہے، عصر حاضر کے کیا مسائل ہیں، جو contemporary issues ہیں، ان کے کس طرح جواب دینے ہیں؟

اس دوران حضورِانور نے امیر صاحب جرمنی سے دریافت فرمایا کہ کیا آپ کے لیے کوئی ترجمہ کر رہا ہے؟ اس پر محترم امیر صاحب کے اثبات میں جواب عرض کرنے پر حضورِانور نے مزید دریافت فرمایا کہ وہ کہاں ہے، باہر ہے؟ جس پر امیر صاحب نے عرض کیا کہ جرمنی میں ایک مربی صاحب ترجمہ کر رہے ہیں۔

اس پر حضورِانور نے فرمایا کہ اچھا! میری آواز جرمنی تک جا رہی ہے اور پھر واپس آ رہی ہے۔

اسی حوالے سے مزید فرمایا کہ اب اتنی سہولتیں مل گئی ہیں۔ اب یہاں سے دو ہزار میل پر ایک آواز جاتی ہے، پھر وہاں سے دو ہزار میل سے واپس آ رہی ہے اور یہاں بیٹھے سن رہے ہیں۔

بایں ہمہ حضورِانور نے اظہارِ تبسم کرتے ہوئے تبصرہ فرمایا کہ امیر صاحب براہِ راست میری بات نہیں سن رہے، ان سے سن رہے ہیں، جس پر تمام شاملینِ مجلس بھی مسکرا دیے۔

حضورِانور نے توجہ دلائی کہ اس ایڈوانس دنیا میں ہمیں کیا کچھ کرنا چاہیے؟ کیا ہم اس طرح کر رہے ہیں؟ اور اب جو حالات دنیا کے بدل رہے ہیں اس نے تو پتا نہیں کیا کچھ کرنا ہے، اس لیے کئی دفعہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں، ابھی سے دنیا کو آگاہ کر دیں کہ جو دنیا تباہی سے باقی بچے گی کہ کچھ لوگ ایسے تھے، جو تمہیں آگاہ کرنے والے تھے کہ کس طرح تباہی کی طرف جا رہے ہو۔ اب تو ہر ایک کہنے لگ گیا ہے۔ جو بڑے بڑے analysts ہیں وہ یہ کہنے لگ گئے ہیں کہ تیسری جنگِ عظیم تو شروع ہو چکی ہے۔ صرف نیوکلیئر وَار ابھی شروع نہیں ہوئی۔ جس دن نیوکلیئر وار شروع ہوئی اس دن بے شمار تباہی ہوگی۔ اس لیے ابھی بھی لوگوں کو آگاہ کرنے کا وقت ہے کہ اس سے بچنے کے لیے تم کیا کر سکتے ہو۔ تباہی تو ہو رہی ہے۔ لاکھوں آدمی ہر جگہ مر رہے ہیں، یورپ میں بھی مر رہے ہیں، روس میں بھی مر رہے ہیں، امریکہ میں بھی مر رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے لوگوں کو frustration ہے۔ کیوں ایک دوسرے پر امریکہ میں فائر کرتے رہتے ہیں۔ فرسٹریشن ہی ہے؟ دین سے دُوری ہے، بے چینی ہے۔ مسلمان، مسلمان کو مار رہا ہے، دشمن مسلمانوں کو مار رہا ہے، دنیا کے جو اپنے مسائل ہیں وہ ایک دوسرے کو مار رہے ہیں۔ تو ان حالات میں ہمارے لیے کتنا ضروری ہے کہ ہمارا اللہ تعالیٰ سے تعلق پہلے سے بڑھ کے پیدا ہو اَور دنیا کو ہم بچانے کی کوشش کریں، آگاہ کریں۔

اجتماعی دعاؤں کی اہمیت کے نفسِ مضمون پر روشنی ڈالتے ہوئے حضورِانور نے توجہ دلائی کہ ایک آدمی یا دو آدمیوں کی دعا سے کہہ دینا کہ خلیفۂ وقت بیٹھا ہے، دعا کر رہا ہے، ٹھیک ہے دعا کر رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے کہا کہ میرے لیے دعا کریں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم بھی دعا کر کے میری دعاؤں میں مدد کرو۔ تو جب مربیان اجتماعی طور پر دعائیں کر رہے ہوں گے تو وہ خلیفۂ وقت کی دعاؤں کی مدد کر رہے ہوں گے اور ہر اس شخص کی مدد کر رہے ہوں گے جو ایک دوسرے کے لیے، ایک مقصد کے لیے دعا کر رہا ہوگا۔

یہ بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہمارا ایک مقصد ہے، اس کے لیے ہم اجتماعی دعائیں کرتے ہیں، گھر میں بیٹھ کے چاہے نفلوں میں بھی دعا کر رہے ہیں، وہ اجتماعی رنگ اختیار کر لیتی ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول ہو کے ایک اجتماعی رنگ میں اس کے پھر نتائج بھی پیدا ہوتے ہیں۔ تو یہ چیزیں ہیں جو ہر ایک کو ذہن میں رکھنی چاہئیں۔

پھر امیر صاحب نے مبلغین اور واقفینِ زندگی کے ہمراہ ان نصائح پر عمل کرنے کے لیے بھرپور جدوجہد کا عزم کیا۔ اس پر حضورِانور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو برکت دے اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق اور طاقت عطا فرمائے۔

ایک شریکِ مجلس کی جانب سے حضورِانور کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ پچھلے دنوں ہی ہم نے دیکھا ہے کہ دمشق میں حیۃ التحریر شام حکومت میں پہنچ گئی ہے، تو خاکسار نے پوچھنا تھا کہ حضور کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

حضورِانور نے اس کے جواب میں بیان فرمایا کہ یہی کہا جاتا ہے کہ وہ بڑا ظالم جابر تھا۔ پچاس سال اس کے خاندان نے حکومت کی تو اس ملک میں ڈکٹیٹرشپ ہی تھی۔ تو ان لوگوں نے ظلم تو کیے ہیں، جیلیں وہاں ایسی تھیں کہ بڑے ظلم ہوتے تھے، تیسری دنیا کی جیلوں میں بھی ظلم ہوتے ہیں، لیکن وہاں کی جیلوں کے ظلم کی جو کہانیاں ہم سنتے ہیں وہ تو بہت ہی خوفناک ہیں۔

ہر چیز کی ایک انتہا ہوتی ہے، وہاں کہتے ہیں کہ ظلم کی بھی انتہا تھی اور بعض لوگ ہمیں جو واقعات سناتے ہیں،

اس سے واقعی لگتا ہے کہ تھی، وہ ظلم ختم ہوگیا۔

باقی سیریا میں مختلف قومیں ہیں۔ تین بڑی قومیں سنّی، شیعہ اور کُرد ہیں اور کُردوں کے اپنے حقوق ہیں۔ کُرد کہتے ہیں کہ ہمیں حکومت اور آزادی ملنی چاہیے، ہمیں کچھ تو independence ہو، لیکن ان پر ظلم ہوتے رہے۔ اِدھر سے سیریا کرتا رہا، اُدھر سے ترکی والے بارڈر کے علاقے میں کرتے رہے۔ کُرد پھیلے ہوئے ہیں، زیادہ ایک جگہ بھی نہیں ہیں، کچھ ایک علاقے میں ہیں اور کچھ ترکی کے بارڈر کی طرف زیادہ دُور ہیں۔ سنا ہے کہ بیچ میں فاصلہ بھی ہے۔ پھر سنّی ہیں، ان کے بھی حقوق مارے جاتے رہے۔ صرف شیعوں کے حقوق تھے جن کو حزب اللہ اور ایران سپورٹ کرتے رہے۔ تو جب اس طرح کی حالت ہوتی ہے تو پھر اس کے یہ منطقی نتیجے تو نکلتے ہیں، نکلنے چاہئیں تھے، جو نکل آئے۔ تو ظلم بھی ایک حدّ تک جاتا ہے اور اب دیکھو یہ کیا کرتے ہیں؟ یہ بھی کوئی انصاف تو نہیں کریں گے، یہ بھی ظلم ہی کریں گے۔ ہیں تو اسی قوم کے، احمدی تو نہیں ہو گئے۔

کسی جرنلسٹ نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ لوگ پاکستان میں اس طرح بدلہ نہیں لیتے؟ تو مَیں نے اس کو یہی کہا تھا ہم بھی اسی قوم کے ہیں۔ ہمارے اندر بھی چودھری ہیں، ہمارے اندر ملک ہیں، ہمارے اندر بھی کھوکھر ہیں، ہمارے اندر بھی کشمیری ہیں، پٹھان بھی ہیں، بلوچی بھی ہیں۔ سب کچھ ہم کر سکتے ہیں، لیکن ہم نے مسیح موعود اور مہدی معہودؑ کو مانا ہے، ہم نے ایک عہد کیا ہے کہ ہم نے ظلم نہیں کرنا اور ظلم کا ساتھ نہیں دینا۔ اپنی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی ہے، اس لیے ہم بدلے نہیں لیتے، بدلے ہم بھی لے سکتے ہیں۔ لیکن ہم کیونکہ ایک ہاتھ پر چلنے والے ہیں، اس لیے ہم نے یہ باتیں نہیں کرنیں، اس لیے اگر ہم یہ کرتے تو تم نے یہ کہنا تھا کہ جب تم بھی وہی بدلہ لے رہے ہو اَور وہ بھی لے رہے ہیں تو فرق کیا ہوا؟ تمہاری ہمدردیاں ہمارے ساتھ نہیں ہونی تھیں یا بہت ساری سپورٹ دنیا کی نہیں ہونی تھی اور سب سے بڑی چیز یہ کہ اللہ کا فضل نہیں ہونا تھا۔

۷۴ء کے فسادوں کے بعد خلیفہ ثالث رحمہ اللہ کے پاس کچھ پٹھان آئے کہ آپ ہمیں اجازت دیں ہم بھی ان سے بدلہ لیں۔ ہم ایسے کر دیں گے، مار دیں گے، یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے۔ خلیفہ ثالثؒ سنتے رہے، اس کے بعد کہا کہ ٹھیک ہے مَیں تمہیں اجازت دے دوں گا اور تم بدلہ لے لو گے، مگر تم جتنے وہاں ہو، ہزار، دو ہزار، چار ہزار یا دس ہزار بندے کو مار دو گے اور خود بھی مر جاؤ گے۔ اگر بچ بھی جاؤ گے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ کہے گا کہ اب انہوں نے معاملہ خود اپنے ہاتھ میں لے لیا تو اب مَیں اپنا ہاتھ اُٹھا دیتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اُٹھ جائے گا، تم آپس میں بدلے لیتے رہو گے۔

تو یہ قومیں تو وہ ہیں کہ جن پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تو ہے نہیں، یہ تو آپس میں ایک دوسرے سے بدلے لے رہی ہیں۔ یہ جو نئی حکومت آئی ہے، وہ بھی بدلے لے گی، نیا لیڈر کیا انصاف قائم کرے گا، نہیں کرے گا؟ ایک کو امریکہ سپورٹ کرے گا، ایک کو رشیا سپورٹ کرے گا، ایک کو ایران سپورٹ کر رہا ہو گا۔

پہلے انہوں نے بڑے طریقے اور حکمت سے یہ ساری پالیسی بنائی۔ اسرائیل نے فلسطین کو تباہ کیا، پھر حزب اللہ کو کمزور کیا، ایران کو کمزور کیا۔ ایران اور حزب اللہ اسد کی مدد کر رہے تھے، وہ کمزور ہوئے، رشیا کو اُدھر سے یوکرین کی جنگ میں involve رکھا تو وہ بھی کمزور ہو گیا۔ یہ ساری چیزیں اکٹھی ہو گئیں، جس کی وجہ سے ان کی جو سپورٹ تھی وہ کم ہو گئی اور دوسروں کو موقع مل گیا اور امریکہ نے پھر ایسے موقع سے فائدہ اُٹھا کے بڑی پلاننگ سے وہاں یہ سب کیا ہے۔ پھر انہوں نے اس کی گورنمنٹ کو topple کرنا شروع کرنے کی کوشش کی اور کر دیا۔ تو یہ تو ہونا تھا اور ہوتا ہے جب دنیا میں اس طرح کی باتیں ہوں۔ جب خدا خوفی ختم ہو جاتی ہے، جب بدلے لینے شروع ہو جاتے ہیں، جب اپنی مَیں انسان میں پیدا ہو جاتی ہے، جب عاجزی ختم ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ سے تعلق ختم ہو جاتا ہے تو پھر یہی نتیجہ نکلتا ہے اور اب کیا خیال ہے کہ یہ نہیں ہو گا؟ یہ اب بھی اسی طرح ہو گا۔ یہ disturbance مستقل رہے گی۔

شاید اس ملک کا بھی لیبیا والا حال رکھیں گے یا اس کو تین ملکوں میں تقسیم کر دیں۔ ایک کُردوں کو دے دیں، سنّیوں کا کچھ علاقہ علیحدہ ہو جائے اور شیعوں والا علیحدہ ہو جائے۔

تو حالات تو خطرناک ہیں اور اس سے پھر بے چینی پیدا ہو گی، آج نہیں تو دس سال بعد پھر دوبارہ لاوا پھٹے گا یا کسی اور ملک میں پھٹے گا، اس لیے اس سے پہلے پہلے مَیں یہ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کو اپنی ذمہ داریاں سنبھال لینی چاہئیں اور دنیا کو آگاہ کر دیں کہ ابھی بھی سبق اگر نہیں لیتے تو پھر اب فوری طور پر اٹامک وار نہیں بھی ہوتی تو کچھ سال بعد ہو جائے گی۔ دماغ تو لوگوں کے اس طرح ہی خراب ہو رہے ہیں اور اس طرح کے لیڈر آتے رہیں گے۔

تو حالات تو بہر حال خراب ہیں۔ اس لیے بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے، ہمارے وسائل کے اندر ہم لوگوں کو سمجھانے اور بتانے کی جو جو کوشش کر سکتے ہیں، وہ ہمیں کرنی چاہیے اور یہی صورت ہے اور تو اس کا کچھ حل نہیں ہو سکتا۔

آخر میں ایک مبلغ نے ذکر کیا کہ جب سؤر کے گوشت کے استعمال کے خلاف ایک خاص دلیل پیش کی جاتی ہے تو بعض جرمن یہ کہتے ہیں کہ ان دلائل کی حمایت میں کوئی سائنسی ثبوت موجود نہیں ہے۔

حضورِانور نے اس کے جواب میں سب سے پہلے سؤر کے گوشت کی ممانعت کے بارے میں اسلامی دلائل تفصیل سے بیان کیے۔ اس کے بعد فرمایا کہ جماعت کی ذمہ داری اپنی تعلیمات کو پہنچانا ہے، کسی کو ان کو قبول کرنے پر مجبور کرنا نہیں۔ حضورِانور نے مزید وضاحت فرمائی کہ اسلام میں سؤر کے گوشت کی ممانعت کسی ایک دلیل پر مبنی نہیں ہے بلکہ مختلف پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ مزید برآں آپ نے نصیحت فرمائی کہ دلائل حکمت کے ساتھ پیش کیے جانے چاہئیں۔

آخر پر امیر صاحب نے حضورِانور سے گروپ تصویر کی درخواست کی، جسے حضورِانور نے از راہِ شفقت منظور فرما لیا۔ اسی کے ساتھ ہی یہ ملاقات اختتام پذیر ہوئی۔ (بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 19 دسمبر 2024ء)

مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کے زیر اہتمام تبلیغی سیمینار کا انعقاد

مورخہ 18 جنوری 2026 بروز اتوار بعد نماز مغرب وعشاء بمقام نور الدین لائبریری کانفرنس ہال، مجلس خدام الاحمدیہ قادیان کے زیرِ اہتمام ایک تبلیغی سیمینار منعقد کیا گیا۔ جس میں سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ خطبہ جمعہ 12/دسمبر 2025 کے پیش نظر خدام داعیان الی اللہ کو تبلیغِ اسلام کے اصول، اسلوب اور عملی پہلوؤں پر مفصل رنگ میں تبادلہ کیا گیا۔ سیمینار زیر صدارت مکرم نیاز احمد نایک صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ بھارت منعقد ہوا۔

پروگرام کا آغاز تلاوتِ قرآن کریم اور نظم سے ہوا، جس کے بعد گفتگو کو باقاعدہ پینل ڈسکشن کی صورت دی گئی۔ معزز اراکینِ پینل نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کی روشنی میں تبلیغ کے تقاضوں، موجودہ حالات میں داعیانِ الی اللہ کی ذمہ داریوں اور مؤثر دعوتِ الی اللہ کے طریقوں پر جامع اور بصیرت افروز اظہارِ خیال کیا۔ اس موقع پر حاضرین کے سوالات کے تسلی بخش اور مدلل جوابات بھی دیے گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پروگرام نہایت مفید اور کامیاب رہا۔ پینل میں مکرم سلیق احمد نایک صاحب مہتمم تبلیغ مجلس خدام لاحمدیہ بھارت، مکرم گیانی مبشر احمد خادم صاحب استاد جامعہ احمدیہ قادیان، مکرم سید احیاء الدین صاحب مربی سلسلہ ایڈیشنل نظارت اصلاح وارشاد نور الاسلام قادیان شامل گفتگو تھے۔

آخر میں صدر مجلس خدام الاحمدیہ قادیان نے اختتامی کلمات ادا فرمائے اور دعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔

(مہتمم مقامی قادیان)

شعبہ وقف نو قادیان کے زیرِ اہتمام مقابلہ حفظ شرائطِ بیعت منعقد ہوا

مورخہ 25/جنوری 2026 کو مسجد اقصیٰ، قادیان میں قادیان کے واقفین نو و واقفات نو کا ''مقابلہ حفظِ شرائطِ بیعت'' کا اہتمام کی گیا۔ اس مقابلہ میں کل 139 وقف نو و واقفات نو نے شرکت کی، جبکہ 51 وقف نو و واقفات نو نے مکمل دس شرائطِ بیعت خوش اسلوبی سے سنائیں۔

واقفین نو کا مقابلہ مسجد اقصیٰ کے فرسٹ فلور میں اور واقفات نو کا مقابلہ مسجد اقصیٰ کے بیسمنٹ میں منعقد کیا گیا۔ مقابلہ کے اختتام پر مکرم سیکرٹری صاحب وقف نو نے شرائط بیعت کی اہمیت اور اس کا پس منظر واقفین کو گوش گزار کرایا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مقابلہ نہایت خوش اسلوبی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔

(سیکرٹری وقف نو قادیان)

Z.A. Tahir Khan
M.Sc. (Chemistry) B.Ed.
DIRECTOR
طالب دعا
Z.A.TAHIR KHAN
Director oxford N.T.T.College
Jaipur (Rajasthan)
TEACHER TRAINING
OXFORD N.T.T. COLLEGE
(Teacher Training)
(A unit of Oxford Group of Education)
Affialiated by A.I.I.C.C.E. New Delhi 110001
0141-2615111- 7357615111
oxfordnttcollege@gmail.com
Add. Fateh Tiba Adarsh Nagar, Jaipur-04
Reg. No. AIICCE-0289/Raj.

Love for All Hatred for None
99493-56387
Prop:Muhammad Saleem
MASROOR HOTEL
TEA,TIFFIN,MEALS,CHICKEN-BIRYANI,FAST-FOOD AVAILABLE HERE
Near Naidu Petrol Pump, Khammam Rd. Warangal (Telengana)
طالب دعا: محمد سلیم (ضلع نائب امیر جماعت احمدیہ ورنگل، تلنگانہ)

J.K. Jewellers - Kashmir Jewellers
جے کے جیولرز۔ کشمیر جیولرز
چاندی اور سونے کی انگوٹھیاں خاص احمدی احباب کیلئے
Shivala Chowk Qadian (India)
Ph. (S) 01872 -224074, (M) 98147-58900,
E-mail: jk_jewellers@yahoo.com
Mfrs & Suppliers of : Gold and Silver Diamond Jewellery

غزوۂ حنین وطائف کے تناظر میں نصرتِ الٰہی، توکلِ نبوی ﷺ اور اخلاقی و روحانی تعلیمات

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 12 ستمبر 2025ء بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: نبی کریم ﷺ نے سریہ روانہ کرتے وقت کون سی بنیادی نصائح فرمائیں؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ جب کسی سریہ کو روانہ فرماتے تو محض جنگی ہدایات پر اکتفا نہ کرتے بلکہ اخلاقی اور روحانی تربیت کو مقدم رکھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سلام کو عام کرو، تاکہ معاشرہ میں محبت اور امن پیدا ہو۔ لوگوں کو کھانا کھلاؤ، کیونکہ یہ ایثار اور ہمدردی کی علامت ہے۔ اللہ تعالیٰ سے حیا اختیار کرو، یعنی ہر حال میں اس کے حضور جواب دہی کا احساس رکھو۔ اور اگر کبھی انسان سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو فوراً نیکی کر کے اس کی تلافی کرے، کیونکہ نیکی برائی کو مٹا دیتی ہے۔

سوال: جنگِ حنین میں اللہ تعالیٰ کی مدد کس طرح ظاہر ہوئی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ جنگِ حنین میں ابتداء مسلمانوں کو ایک سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا، مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے رسول کریم ﷺ اور مخلص مومنوں پر سکینت نازل فرمائی۔ اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ایسے غیبی لشکر اتارے جنہیں مسلمان ظاہری آنکھ سے نہ دیکھ سکے۔ قرآنِ کریم ان لشکروں کو اللہ کی نصرت قرار دیتا ہے اور مفسرین نے انہیں فرشتوں سے تعبیر کیا ہے، جو اللہ کے حکم سے مومنوں کے حوصلے بڑھانے کے لیے نازل ہوئے۔

سوال: قرآنِ کریم غزوۂ حنین کے بارے میں کیا بیان کرتا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ قرآنِ کریم غزوۂ حنین کا ذکر کرتے ہوئے واضح فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر اپنی خاص سکینت نازل فرمائی، ان کی دلوں کی گھبراہٹ کو اطمینان میں بدل دیا، غیبی لشکر بھیجے اور دشمن کافروں کو عبرتناک انجام سے دوچار کیا۔

سوال: فرشتوں کے نزول کا اصل مقصد کیا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ فرشتوں کے نزول کا اصل مقصد یہ نہیں تھا کہ وہ تلواریں لے کر عملی جنگ کریں، بلکہ ان کا بنیادی مقصد مومنوں کے دلوں کو اطمینان دینا، خوف کو زائل کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مدد کی خوشخبری سنانا تھا۔ اصل نصرت ہمیشہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے اور فرشتے اس نصرت کے اظہار کا ذریعہ بنتے ہیں۔

سوال: حضرت مسیح موعودؑ نے فرشتوں کی مدد کے بارے میں کیا فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے اس نکتہ کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا ہے کہ قرآنِ کریم میں فرشتوں کی کثرت کا ذکر مومنوں کی تسلی اور تقویتِ ایمان کیلئے ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک فرشتہ بھی کسی بڑے لشکر پر غالب آ سکتا ہے۔ اصل طاقت فرشتوں کی تعداد میں نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے اذن اور مشیت میں ہے۔

سوال: حضرت مصلح موعودؓ کے مطابق دائمی زندگی کا راز کیا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ کے مطابق دائمی اور حقیقی زندگی کا راز یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان قربان کرنے کے لیے ہر وقت تیار ہو جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے لیے مرنے کو تیار ہو جاتا ہے، دراصل وہی حقیقی معنوں میں زندہ رہتا ہے، کیونکہ ایسے شخص کو کوئی دشمن حقیقی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

سوال: غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے کس شانِ توکل کا اظہار فرمایا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ جب جنگ کے نازک لمحے میں بعض لوگ منتشر ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ غیر معمولی ثابت قدمی کے ساتھ میدان میں ڈٹے رہے اور بلند آواز سے فرمایا: اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب یہ اعلان دراصل کامل توکل، یقین اور اللہ تعالیٰ پر غیر متزلزل اعتماد کا عملی اظہار تھا۔

سوال: دشمن کو شکست کیسے ہوئی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ جب صحابہؓ دوبارہ رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے، آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزانہ دعا کی، تو اللہ تعالیٰ کی نصرت نازل ہوئی۔ اس کے نتیجہ میں دشمن کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا، وہ بدحواس ہو کر میدان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

سوال: اس جنگ میں کتنے صحابہؓ شہید ہوئے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ غزوۂ حنین میں کل چار صحابہؓ نے جامِ شہادت نوش کیا۔ اگرچہ تعداد کم تھی، مگر ان کی قربانیاں اسلام کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

سوال: فرشتوں کی کثرت کا ذکر کیوں کیا گیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ فرشتوں کی کثرت کا ذکر دراصل مومنین کے دلوں میں اطمینان، تسلی اور خوشخبری پیدا کرنے کے لیے کیا گیا، تاکہ وہ یہ سمجھ سکیں کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے لیے ایک فرشتہ بھی کافی تھا۔

سوال: حضرت مصلح موعودؓ کے نزدیک فرشتوں کے نزول کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: حضرت مصلح موعودؓ کے نزدیک فرشتوں کے نزول کا مفہوم یہ ہے کہ یہ ایک کشفی اور روحانی رنگ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشخبری ہوتی ہے، جس کا مقصد مومنوں کے ایمان کو مضبوط کرنا اور ان کے حوصلے بلند کرنا ہوتا ہے۔

سوال: حضرت خالد بن ولیدؓ کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ حضرت خالد بن ولیدؓ اس جنگ میں شدید زخمی ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے شفقت اور دعا کے ساتھ ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا، جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے فوراً شفا حاصل ہوئی۔ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کی دعا کی قبولیت اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کا روشن نشان ہے۔

سوال: سَرِیّۂ اوطاس میں کون سا اہم واقعہ پیش آیا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ سَرِیّۂ اوطاس میں حضرت ابو عامرؓ شہید ہو گئے۔ ان کی شہادت کے بعد حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے لشکر کی قیادت سنبھالی اور بڑی حکمت اور استقامت کے ساتھ مسلمانوں کو منظم رکھا۔

سوال: غزوۂ طائف کا آغاز کیوں ہوا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ غزوۂ طائف اس لیے شروع ہوا کیونکہ جنگِ حنین میں شکست کھانے کے بعد قبیلہ ھوازن اور ثقیف کے لوگ طائف کے مضبوط قلعہ میں جا کر پناہ گزین ہو گئے تھے اور وہاں سے مسلمانوں کے خلاف سازشیں جاری رکھے ہوئے تھے۔

سوال: غزوۂ طائف میں کون سے نئے جنگی آلات استعمال ہوئے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ غزوۂ طائف میں پہلی مرتبہ منجنیق اور دَبّابہ جیسے جنگی آلات استعمال کیے گئے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام دفاعی حکمتِ عملی اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ جدید ذرائع سے بھی فائدہ اٹھانے کی تعلیم دیتا ہے۔

سوال: طائف کا محاصرہ کتنے عرصہ تک رہا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ طائف کا محاصرہ تقریباً پندرہ دن یا اس سے کچھ زائد عرصہ تک جاری رہا، مگر اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے جلد بازی یا بے جا سختی کا مظاہرہ نہیں فرمایا۔

سوال: رسول اللہ ﷺ کا طائف والوں کے ساتھ عمومی اسوہ کیا تھا؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کا طائف والوں کے ساتھ عمومی اسوہ یہ تھا کہ باوجود پوری قدرت کے آپ ﷺ نے نرمی، صلہ رحمی اور حلم کا مظاہرہ فرمایا اور بے جا سختی سے مکمل اجتناب کیا۔ یہی اسوہ بعد میں ان کے دلوں کے فتح ہونے کا ذریعہ بنا۔

اسلام کی حقیقی روح اور صفتُ السلام کا عملی ظہور

خطبہ جمعہ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ 18 مئی 2007 بطرز سوال و جواب

بمنظوری سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سوال: حضرت مسیح موعودؑ اسلام کی حقیقت کو کس رنگ میں بیان فرماتے ہیں؟

جواب: حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک اسلام ایک زندہ اور خدا نما مذہب ہے۔ اگر کوئی انسان سچے دل، کامل اخلاص اور کامل اطاعت کے ساتھ اس پر عمل کرے تو وہ اسی دنیا میں خدا تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے۔ اسلام دراصل خدا دانی، خدا ترسی اور اعلیٰ تقویٰ کا وہ راستہ ہے جس کے فیوض صرف اسی صورت میں حاصل ہوتے ہیں جب قرآنِ کریم کی تعلیمات پر مکمل طور پر عمل کیا جائے۔

سوال: اسلام کے نام اور اس کی اصل حقیقت میں کیا گہرا تعلق ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ اسلام کا نام ہی اس کے مقصد کو واضح کر دیتا ہے۔ اسلام کا آخری نتیجہ امن، سلامتی، محبت اور بھائی چارہ ہے۔ قرآنِ کریم کے تمام احکامات انسان کو برائیوں سے بچا کر اللہ تعالیٰ کی رضا کی طرف لے جاتے ہیں، اور یہی راستہ خدا تعالیٰ کے قرب اور معرفت تک پہنچاتا ہے۔

سوال: اللہ تعالیٰ کی صفت ''السلام'' ایک مومن کے لیے کیا عملی سبق رکھتی ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام ''السلام'' اس بات کی ضمانت ہے کہ وہ اپنے نیک بندوں کو دنیا اور آخرت میں سلامتی عطا فرماتا ہے۔ ایک سچے مومن پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ محض نام کا مسلمان نہ ہو بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنے کردار میں ظاہر کرے۔

سوال: حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک اسلام کے اصطلاحی معنی کیا ہیں؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کے نزدیک اسلام کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ انسان اپنا پورا وجود اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے، اعتقادی اور عملی طور پر صرف خدا کا ہو جائے، نیکی میں ثابت قدم رہے اور اپنی تمام قوتیں اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں لگا دے۔

سوال: قرآنِ کریم لغویات اور فساد کے مقابل پر کیا تعلیم دیتا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ قرآنِ کریم مومنوں کو تعلیم دیتا ہے کہ وہ لغو باتوں سے اعراض کریں اور فساد کے جواب میں فساد اختیار نہ کریں بلکہ ''سَلَامٌ عَلَیْکُمْ'' کہہ کر بدی سے کنارہ کش ہو جائیں۔ یہ طرزِ عمل کمزوری نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اختیار کی گئی اعلیٰ اخلاقی روش ہے۔

سوال: ایک احمدی مسلمان کو فساد اور قانون شکنی کے بارے میں کیا رویہ اپنانا چاہیے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ ایک احمدی مسلمان کبھی قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لیتا۔ وہ گالی گلوچ، توڑ پھوڑ اور انتشار سے مکمل اجتناب کرتا ہے، کیونکہ اسلام سراسر سلامتی کا مذہب ہے۔ بدی سے بچنا بزدلی نہیں بلکہ بلند اخلاق اور پختہ دینی شعور کی علامت ہے۔

سوال: سلام پھیلانے کی فضیلت کے بارے میں آنحضرت ﷺ کی کیا تعلیم ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے سلام کو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام قرار دیا اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ اسے زمین میں عام کریں۔ سلام کرنے والا اگر جواب نہ بھی پائے تو اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے سلامتی کا تحفہ ضرور پاتا ہے۔

سوال: صبر کرنے والے مومنوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا کیا وعدہ ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو لوگ صبر کرتے ہیں، ان پر فرشتے ہر دروازے سے داخل ہو کر سلام بھیجتے ہیں۔ یہ سلام اس بات کی علامت ہوتا ہے کہ ان کا صبر قبول ہو گیا اور ان کے لیے دائمی جنتوں کے دروازے کھول دیے گئے ہیں۔

سوال: کن نیک اعمال کے نتیجے میں مومن سلامتی کا وارث بنتا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ ان نیک اعمال میں اللہ تعالیٰ کی عبادت، دین کی خدمت، تبلیغِ اسلام، حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی، نیکی کا حکم دینا، برائی سے روکنا، رشتہ داروں سے حسنِ سلوک، محتاجوں کی مدد، امانت داری اور وعدوں کی پابندی شامل ہیں۔

سوال: حسنِ ظن معاشرتی امن کے لیے کیوں ناگزیر ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ بدظنی جھگڑوں، نفرتوں اور رشتوں کی ٹوٹ پھوٹ کا سبب بنتی ہے، جبکہ حسنِ ظن معاشرے میں اعتماد، سکون اور سلامتی پیدا کرتا ہے۔ ایک احمدی کو بدگمانی سے بچتے ہوئے ہمیشہ مثبت سوچ اختیار کرنی چاہیے۔

سوال: سچائی اور صفتُ السلام میں کیا تعلق ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ سچائی اللہ تعالیٰ کی سلامتی کے فیض کو حاصل کرنے کی بنیادی شرط ہے۔ جھوٹ انسان کو خدا تعالیٰ سے دُور اور ایمان کو خطرے میں ڈال دیتا ہے، جبکہ سچائی پر قائم رہنے والا ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہتا ہے۔

سوال: عفو اور سزا کے بارے میں اسلامی تعلیم کیا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ اسلام اندھی معافی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ موقع و محل کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جہاں معافی سے اصلاح اور امن پیدا ہو وہاں عفو افضل ہے، اور جہاں سزا سے معاشرتی سلامتی قائم ہو وہاں سزا ضروری ہوتی ہے۔

سوال: عدل و انصاف کا معاشرتی امن میں کیا کردار ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ جس معاشرے میں عدل و انصاف قائم ہو وہاں امن اور سلامتی خود بخود پیدا ہو جاتی ہے۔ انصاف کے بغیر نہ فرد محفوظ رہتا ہے اور نہ قوم، اور انصاف سے انحراف معاشرتی تباہی کا پیش خیمہ بنتا ہے۔

سوال: حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدۂ سلامتی کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ دیا کہ آسمان اور زمین ان کے ساتھ ہیں اور سلامتی ان کے دامن میں ہے۔ جماعت احمدیہ کی ترقی اور خدائی تائیدات اس وعدۂ الٰہی کی زندہ شہادت ہیں۔

سوال: مخالفت اور ابتلاء کے باوجود جماعت احمدیہ کو کیا تسلی دی گئی؟

جواب: حضور انور نے فرمایا کہ اگرچہ بعض ممالک میں احمدیوں کو سخت آزمائشوں کا سامنا ہے، مگر یہ ابتلاء ایمان کو کمزور نہیں بلکہ مضبوط کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور سلامتی ہمیشہ جماعت کے ساتھ ہے۔

سوال: اس خطبہ کا مرکزی اور جامع پیغام کیا ہے؟

جواب: اس خطبہ کا مرکزی پیغام یہ ہے کہ ایک سچا مسلمان اور احمدی وہ ہے جو صفتُ السلام کا عملی نمونہ بنے، نیک اعمال اختیار کرے، صبر، عدل، سچائی اور حسنِ اخلاق کے ذریعے دنیا میں امن اور سلامتی پھیلائے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا وارث بنے۔

وصایا منظوری سے قبل اس لیے شائع کی جاتی ہیں کہ اگر کسی صاحب کو کسی وصیت پر کوئی اعتراض ہو تو وہ تاریخ اشاعت سے ایک ماہ کے اندر دفتر بہشتی مقبرہ کو مطلع کرے۔ (سیکرٹری مجلس کارپرداز قادیان)

مسل نمبر 12535: میں محمد میرا بیگم زوجہ مکرم محمد اسماعیل صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ: 28 اپریل 1999ء تاریخ بیعت: 2005ء ساکن: ورنگل، تلنگانہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ: 10 اکتوبر 2025ء وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت جائداد مندرجہ ذیل ہے۔ زیور طلائی: گلے کا ہار 22.5 گرام، انگوٹھی 5 گرام، کان کی بالیاں 3 گرام (تمام زیورات 22 کیریٹ) زیور نقرئی: 12 گرام۔ حق مہر 20000 روپے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔ گواہ: محمد اسماعیل الامۃ: محمد میرا بیگم گواہ: عمر عبدالقدیر

مسل نمبر 12536: میں محمد طلہت سلیم بنت مکرم محمد سلیم صاحب قوم احمدی مسلمان طالبہ علم تاریخ پیدائش: 1 اپریل 2003ء پیدائشی احمدی ساکن: ظفر گڑھ وارڈ نمبر 6 صوبہ تلنگانہ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 23 ستمبر 2025ء وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد پاشا الامۃ: محمد طلہت سلیم گواہ: عمر عبدالقدیر

مسل نمبر 12537: میں عالیہ سلیم بنت مکرم محمد سلیم صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ خانہ داری تاریخ پیدائش: 14 مئی 2005ء پیدائشی احمدی ساکن: مسرور ہوٹل ورنگل نائڈو پٹرول پمپ بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 23 ستمبر 2025ء وصیت کرتی ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از جیب خرچ ماہوار 600 روپے ہے۔ میں اقرار کرتی ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتی رہوں گی اور اگر کوئی جائداد اسکے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتی رہوں گی اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد پاشا الامۃ: عالیہ سلیم گواہ: عمر عبدالقدیر

مسل نمبر 12538: میں شیخ مستان ولی ولد مکرم شیخ باجی صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ مزدوری تاریخ پیدائش: 12 ستمبر 2005ء پیدائشی احمدی تاریخ بیعت 2003ء ساکن: مندالام کرشنہ آندھرہ پردیش بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ 15 اکتوبر 2025ء وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از مزدوری ماہوار 3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد یعقوب پاشا العبد: شیخ مستان ولی گواہ: عمر عبدلقدیر

مسل نمبر 12539: میں شیخ لالو احمد ولد مکرم سید میرا صاحب قوم احمدی مسلمان پیشہ مزدوری تاریخ پیدائش: 1996ء تاریخ بیعت 2005ء ساکن: کرشنہ، آندھرہ پردیش بقائمی ہوش وحواس بلا جبر واکراہ آج بتاریخ: 5 اکتوبر 2025ء وصیت کرتا ہوں کہ میری وفات پر میری کل متروکہ جائداد منقولہ وغیر منقولہ کے 1/10 حصّہ کی مالک صدر انجمن احمدیّہ قادیان بھارت ہوگی۔ خاکسار کی اس وقت کوئی جائیداد نہیں ہے۔ میرا گزارہ آمد از مزدوری ماہوار 3000 روپے ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ جائداد کی آمد پر حصّہ آمد بشرح چندہ عام 1/16 اور ماہوار آمد پر 1/10 حصّہ تا زیست حسب قواعد صدر انجمن احمدیہ قادیان، بھارت کو ادا کرتا رہوں گا اور اگر کوئی جائداد اس کے بعد پیدا کروں تو اس کی بھی اطلاع مجلس کارپرداز کو دیتا رہوں گا اور میری یہ وصیت اس پر بھی حاوی ہوگی۔ میری یہ وصیت تاریخ تحریر سے نافذ کی جائے۔

گواہ: محمد یعقوب پاشا العبد: شیخ لالو احمد گواہ: عمر عبدالقدیر

خلاصہ خطبہ جمعہ

آنحضرت ﷺ کی عبادت الٰہی کا دلنشین اور ایمان افروز تذکرہ

اگر اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو تو حقیقی عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔ عبادت محبت الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتی اور محبت الٰہی عبادت کے بغیر نہیں ہو سکتی

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا کرتے تھے تو بعض اوقات آپؐ کے سینے سے اس طرح آواز نکل رہی ہوتی تھی جس طرح ہنڈیا ابل رہی ہو

خلاصہ خطبہ جمعہ سیّدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ ۶ رفروری ۲۰۲۶ء بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یوکے

تشہد، تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے اسوۂ حسنہ ہیں اور ہر معاملے میں اسوۂ حسنہ ہیں۔ گذشتہ خطبات میں اسی ضمن میں آپؐ کی محبت الٰہی کا ذکر ہو رہا تھا۔ محبت الٰہی کے ذکر میں آپؐ کی عبادت کے بھی بہت سے واقعات آ گئے کیونکہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔

عبادت محبت الٰہی کے بغیر نہیں ہو سکتی اور محبت الٰہی عبادت کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی محبت نہ ہو تو حقیقی عبادت ہو ہی نہیں سکتی۔ آج اسی ضمن میں مزید بیان کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے معیارِ محبت کو قرآن کریم میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔ قُلۡ اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ۔ تُو کہہ دے کہ میری عبادت اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو یہ اعلان کرنے کا کہہ کر ہمیں بھی ان معیاروں کو حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

عبادت کے بارے میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے ذریعے سے ہمیں بے شمار احکام بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا: وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِیَعۡبُدُوۡنِ۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا نہیں کیا مگر اس غرض سے کہ وہ میری عبادت کریں۔

پھر ایک جگہ فرمایا: یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّکُمُ الَّذِیۡ خَلَقَکُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ۔ اے لوگو! اپنے ربّ کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا اور ان کو بھی جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے اور تقویٰ اختیار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ اللہ کی عبادت کی جائے اور عبادت کے معیار کو بلند تر کیا جائے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ احکامات ہمیں دیے تو اس کی انتہا بھی اپنے عمل سے کر کے دکھائی اور پھر ہمیں توجہ دلائی کہ حقیقی اطاعت اور پیروی تو تب ہی پوری ہو گی جب ہم اپنے آپ کو اس معیار پر لانے کی کوشش کریں گے۔ آپؐ کی وہ دعائیں جو آپؐ نے اپنی امت کے لیے کی ہیں تب ہی ہمیں اپنی لپیٹ میں لیں گی اور ہمارے لیے فائدہ مند ہوں گی جب ہم آپؐ کے اسوہ اور احکامات کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر عمل کی کوشش کریں گے۔

کچھ مثالیں پیش کرتا ہوں۔ ایک روایت میں آتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی چادر پر نماز پڑھی جس میں نقش تھے۔ آپؐ نے اس کے نقشوں کو ایک نظر دیکھا۔ جب آپؐ فارغ ہوئے تو فرمایا: میری یہ چادر ابوجہم کے پاس لے جاؤ اور ان کی سادہ (بغیر نقش والی) چادر (انبجانیہ) لے آؤ، کیونکہ اس (نقش دار چادر) نے ابھی میری نماز میں میری توجہ بٹا دی تھی۔

حضرت جعفر بن محمدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا۔ آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا ہوتا تھا تو انہوں نے فرمایا چمڑے کا تھا اس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوتے تھے۔ حضرت حفصہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ کے گھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر کیسا تھا۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ پشم کا تھا اور ہم اس کی دو تہیں لگا دیتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سوتے تھے۔ ایک رات میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس کی چار تہیں لگا دوں تا کہ یہ زیادہ نرم ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے اس کی چار تہیں لگا دیں جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے رات میں کیا بچھایا تھا؟ میں نے عرض کیا وہ آپ کا ہی بستر تھا صرف ہم نے اس کی چار تہیں لگا دی تھیں تا کہ وہ آپؐ کے لیے زیادہ آرام دہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے پہلے جیسا ہی کر دو۔ کیونکہ اس کی زیادہ نرمی میرے لیے رات کی نماز میں روک بن رہی تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت ﷺ کی مدح میں فرماتے ہیں:

جس طرح آنحضرتؐ قرآن شریف کی اشاعت کے لیے مامور تھے ایسا ہی سنّت کی اقامت کے لیے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنّت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یہ دونوں خدمات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ سے بجا لائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لیے حکم ہوا تو آنحضرتؐ نے خدا تعالیٰ کے اِس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لیے یہ یہ رکعات ہیں۔ ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزارہا صحابہؓ کو اِس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا۔

حضرت مصلح موعودؓ تہجد کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان نوافل کا اتنا خیال تھا کہ باوجود ان کے نفل ہونے کے لوگوں کو فکر سے دیکھتے تھے کہ صحابہؓ میں سے کون یہ نفل پڑھتا ہے۔ شہر کی گلیوں میں، سڑکوں پہ پھرتے تھے تا کہ معلوم کریں کہ لوگوں میں سے کون کون نہیں پڑھتا۔ حضور انور نے فرمایا کہ آجکل اگر کسی سے پوچھ لیا جائے کہ کتنی نمازیں پڑھتے ہیں تو لوگ ناراض ہو جاتے ہیں کہ یہ ہمارا ذاتی معاملہ ہے۔ لیکن آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تو خود تہجد کی نماز کا بھی جائزہ لیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک مجلس میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی تو بہت اچھا ہے بشرطیکہ تہجد پڑھے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ اس دنیا میں اس میاں اور بیوی پر رحم کرے۔ اگر رات کو میاں کی آنکھ کھلے تو اٹھ کر تہجد پڑھے اور بیوی کو بھی جگائے کہ تُو بھی اٹھ کر تہجد پڑھ اور اگر وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارے اور جگائے۔ اسی طرح اگر بیوی کی آنکھ کھلے تو وہ خود تہجد پڑھے اور میاں کو جگائے اور اگر وہ نہ جاگے تو اس کے منہ پر پانی کا چھینٹا مارے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ آزاد اور آپؐ سے بڑھ کر زیادہ حرّ کون ہو گا مگر آپؐ کی نسبت آتا ہے کہ آپؐ جب دعا کرتے تھے تو بعض اوقات آپؐ کے سینے سے اس طرح آواز نکل رہی ہوتی تھی جس طرح ہنڈیا ابل رہی ہو۔

نمازوں میں رقت طاری ہونا بھی بہت ضروری ہے۔ اس کے لیے بھی انسان کو کوشش کرنی چاہیے۔ اس کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک نسخہ یہ بھی بتایا ہے کہ نماز میں اپنی شکل رونے جیسی بنا لو تو اس ظاہری حالت سے بھی دل پہ اثر پڑتا ہے اور پھر انسان کا بھی رونا نکل جاتا ہے۔

پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر الٰہی بھی سنت ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوتے وقت آیت الکرسی، سورہ اخلاص سورۃ الفلق اور سورۃ الناس جو قرآن کریم کی آخری تین سورتیں ہیں تین دفعہ پڑھ کر ہاتھوں پر پھونکتے اور پھر ہاتھ اپنے جسم پر پھیر لیتے۔ اس طرح پھیرتے کہ سر سے شروع کرتے اور جہاں تک ہاتھ پہنچ سکتا وہاں تک پھیرتے۔

حضور انور نے فرمایا کہ بعض لوگ لکھتے ہیں کہ کوئی چھوٹی سی دعا بتائیں۔ کوئی ذکر بتائیں جو ہم کرتے رہیں تا کہ ہمارے اندر نیکیاں پیدا ہو جائیں ہمارے گناہ بھی مٹ جائیں ہمارے کام بھی ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب بھی حاصل ہو جائے تو پہلی بات تو عبادت ہے یعنی نمازیں جو فرض ہیں۔ اس کے بعد ذکر الٰہی ہے۔ ذکر انسان کو مزید نیکیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسرے اخلاق اور اعمال بھی کرنا ضروری ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان فرماتے ہیں کہ جو لوگ دین کے پیشوا ہوتے ہیں انہیں بہت خیال ہوتا ہے کہ ہماری باتیں اور ذکر دوسرے لوگوں سے زیادہ ہوں۔ بعض لوگ جو علماء کہلاتے ہیں سمجھتے ہیں ہماری تعظیم زیادہ ہونی چاہیے اور پھر اس کے لیے خاص طور پر ایسی سنت سے کام لیتے ہیں تا لوگ انہیں نیک سمجھیں۔ وہ خود کو دنیا کے لیے نمونہ سمجھتے ہیں۔ اس لیے بناوٹ سے کام لیتے ہیں۔ وہ یہ سب لوگوں کو دکھانے کے لیے کرتے ہیں نہ کہ اللہ کا پیار حاصل کرنے کے لیے۔ آنحضرت ﷺ باوجود اس کے کہ سب سے زیادہ تقویٰ والے تھے، ان سب باتوں میں سادہ تھے۔ روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بعض دفعہ نماز میں کھڑا ہوتا ہوں اور ارادہ کرتا ہوں کہ نماز کو لمبا کروں مگر کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو اپنی نماز کو اس خوف سے کہ کہیں میں بچے کی ماں کو مشقت میں نہ ڈالوں نماز مختصر کر دیتا ہوں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم باجماعت نماز کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ ایک دفعہ آپؐ کے پاس ایک نابینا آیا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا مکان مسجد سے بہت دور ہے اور چونکہ مجھے مسجد پہنچنے میں سخت دقت پیش آتی ہے اس لیے اگر آپؐ اجازت دیں تو بارش کے دنوں میں اپنے گھر میں ہی نماز ادا کر لوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے پڑھ لیا کرو۔ وہ وہاں سے چلے گئے تو تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا کہ ذرا اس کو واپس بلا کر لاؤ جب واپس آئے تو آپؐ نے فرمایا کیا تمہارے گھر میں اذان کی آواز پہنچ جاتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہؐ! اذان کی آواز تو پہنچ جاتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا اگر اذان کی آواز تمہارے گھر پہنچ جاتی ہے تو پھر مسجد میں آؤ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں عبادت کے حق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کو اختیار کرنے کی توفیق دے۔

☆......☆......☆

NAVNEET JEWELLERS نونیت جیولرز

Manufacturers of All Kinds of Gold and Silver Ornaments

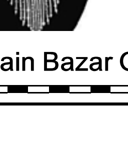

خالص سونے اور چاندی کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

'الیس اللہ بکافٍ عبدہ' کی دیدہ زیب انگوٹھیاں

اور لاکٹ وغیرہ احمدی احباب کیلئے خاص

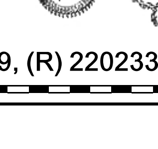

Main Bazar Qadian (Gsp) Punjab (Ph. 01872-220489, (R) 220233

REGISTERED WITH THE REGISTRAR OF THE NEWSPAPERS FOR INDIA AT NO RN 61/57

Weekly **BADAR** Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Punjab) INDIA

Postal Reg. No. GDP/001/2026-28 Vol. 75 Thursday 05-12 February- 2026 Issue. 06-07

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Mobile. : +91 82830 58886
e -mail : badrqadian@rediffmail.com
website : www.akhbarbadr.in
www.alislam.org/badr

ACT. MANAGER
ATHAR AHMAD SHAMIM
Mobile : +91 99153 79255
e-mail:managerbadrqnd@gmail.com

ANNUAL SUBSCRIPTION : Rs.850/- (Per Issue : Rs.16/-) By Air : 50 Pounds or 80 US Dollars - 60 Euro (**WEIGHT** : 50 -100 Gms/Issue)

الہام الٰہی کی روشنی میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا حلفیہ اعلانِ مصلح موعود

خدا تعالیٰ نے ایسے غیب سے سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ ہماری جماعت آپ ہی آپ مختلف ممالک میں پھیلتی جا رہی ہے اور وہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمائی تھی کہ میرے ذریعہ اسلام اور احمدیت کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ آپ لوگوں نے دیکھ لیا کہ یہ پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے متعلق فرمائی تھی کس شان کے ساتھ پوری ہوئی اور چونکہ اکثر علامات جو اس بیٹے کی بتائی گئی تھیں وہ سالہا سال سے پوری ہو رہی تھیں اس لئے جماعت ہمیشہ مجھے یہ کہا کرتی تھی کہ مصلح موعود آپ ہی ہیں۔ مگر میں نے اس امر کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور میں نے کہا جب تک خدا مجھے آپ یہ اطلاع نہ دے کہ میں اس پیشگوئی کا مصداق ہوں اُس وقت تک میرا اپنے آپ کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دے کر دعویٰ کرنا درست نہیں ہو سکتا۔ یہی حالت ایک لمبے عرصہ تک رہی یہاں تک کہ اس سال کے شروع میں ۵ اور ۶ جنوری کی درمیانی رات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ بتایا کہ **میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی میں ذکر کیا گیا تھا** اور میرے ذریعہ ہی دور دراز ملکوں میں خدائے واحد کی آواز پہنچے گی، میرے ذریعہ ہی شرک کو مٹایا جائے گا اور میرے ذریعہ ہی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا۔ خصوصاً مغربی ممالک جہاں توحید کا نام مٹ چکا ہے وہاں میرے ذریعہ ہی اللہ تعالیٰ توحید کو بلند کرے گا اور شرک اور کفر کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیا جائے گا۔ تب جبکہ خدا نے مجھے یہ خبر دیدی میں نے اس کا دنیا میں اعلان کرنا شروع کر دیا۔ **چنانچہ آج میں اس جلسہ میں اُسی واحد اور قہار خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتیوں کا کام ہے اور جس پر افتراء کرنے والا اس کے عذاب سے کبھی بچ نہیں سکتا کہ خدا نے مجھے اسی شہر لاہور میں ۱۳ ٹمپل روڈ پر شیخ بشیر احمد صاحب ایڈووکیٹ کے مکان میں یہ خبر دی کہ میں ہی مصلح موعود کی پیشگوئی کا مصداق ہوں اور میں ہی وہ مصلح موعود ہوں جس کے ذریعہ اسلام دنیا کے کناروں تک پہنچے گا اور توحید دنیا میں قائم ہوگی۔** پس یہ جلسہ اس غرض کیلئے کیا گیا ہے کہ آپ لوگوں کو بتایا جائے کہ وہ عظیم الشان پیشگوئی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۶ء میں فرمائی تھی پوری ہو گئی۔ اس پیشگوئی کی صداقت پر وہ لاکھوں لوگ گواہ ہیں جو میرے ذریعہ اسلام پر قائم ہوئے، جو میرے ذریعے توحید پر قائم ہوے، جو میرے ذریعہ خدا اور اس کے رسول کے والہ وشیدا بنے۔ عیسائی اس بات کے گواہ رہیں کہ پیشگوئی پوری ہو گئی، آریہ اس بات کے گواہ رہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، مسلمان اس بات کے گواہ رہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔

آج سے اُنسٹھ سال پہلے خدائے علیم وخبیر نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو خبر دی تھی کہ میرا ایک بیٹا ہو گا اور وہ دنیا کے کناروں تک شہرت پائے گا یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، انگلستان اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، سپین اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، اٹلی اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، برلن اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری گئی، ہنگری اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، البانیہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، یوگوسلاویہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، پولینڈ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، زیکوسلوا کیہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، شمالی امریکہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، جنوبی امریکہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، سیرالیون اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، گولڈ کوسٹ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، نائیجیریا اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، مصر اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، کینیا کالونی اِس بات پر گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، یوگنڈا اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، زنجبار اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، ٹانگانیکا اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، سیلون اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، ماریشس اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، فلسطین اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، شام اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، روس اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، چین اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، جاپان اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، سماٹرا اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، جاوا اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، ملایا اِس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، بورنیو اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، ایران اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، کابل اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی، ہندوستان کا گوشہ گوشہ اس بات کا گواہ ہے کہ یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ دنیا میں کون ایسا انسان ہے جس میں یہ طاقت ہو کہ وہ دلوں کو فتح کر سکے، دنیا میں کون ایسا انسان ہے جو لوگوں کو اس عظیم الشان قربانی پر آمادہ کر سکے۔ یہ خدا تعالیٰ کا ہی ہاتھ تھا جس نے دنیا میں اس قدر تغیرات پیدا کئے، یہ خدا کا ہی ہاتھ تھا جس نے لوگوں کے دلوں کو کھینچا اور انہیں اسلام کے لئے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو قربان کرنے کے لئے آمادہ کر دیا۔

۔۔۔خدا نے مجھے وہ تلواریں بخشی ہیں جو کفر کو ایک لحظہ میں کاٹ کر رکھ دیتی ہیں، خدا نے مجھے وہ دل بخشے ہیں جو میری آواز پر ہر قربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ میں انہیں سمندر کی گہرائیوں میں چھلانگ لگانے کے لئے کہوں تو وہ سمندر میں چھلانگ لگانے کے لئے تیار ہیں، میں انہیں پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرانے کے لئے کہوں تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں سے اپنے آپ کو گرا دیں، میں انہیں جلتے ہوئے تنوروں میں کود جانے کا حکم دوں تو وہ جلتے تنوروں میں کود کر دکھا دیں۔ اگر خودکشی حرام نہ ہوتی، اگر خودکشی اسلام میں ناجائز نہ ہوتی تو میں اس وقت تمہیں یہ نمونہ دکھا سکتا تھا کہ جماعت کے سو آدمیوں کو میں اپنے پیٹ میں خنجر مار کر ہلاک ہو جانے کا حکم دیتا اور وہ سو آدمی اسی وقت اپنے پیٹ میں خنجر مار کر مر جاتا۔

خدا نے ہمیں اسلام کی تائید کے لئے کھڑا کیا ہے، خدا نے ہمیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بلند کرنے کے لئے کھڑا کیا ہے۔ دنیا مایوس ہو چکی تھی اسلام کی ترقی سے، دنیا کہہ رہی تھی کہ اسلام اب دنیا پر غالب نہیں آ سکتا۔ تب خدا نے میرے ہاتھ سے ان اناڑی لوگوں کو دنیا میں بھجوایا اور انہوں نے ہزاروں افراد کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا مگر یہ پہلی فوج اناڑیوں کی تھی۔ اب باقاعدہ ایک تعلیم یافتہ گروہ اس غرض کے لئے تیار ہو رہا ہے جس نے اپنی تمام زندگی اسلام کی خدمت کے لئے وقف کی ہوئی ہے۔۔۔ تھوڑے دنوں تک ہی تم دیکھ لوگے ان علاقوں کے کونے کونے سے یہ آواز اُٹھتی سنائی دے گی کہ اَشْهَدُ اَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

(انوار العلوم جلد 17 صفحہ 228-232)

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar. And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab. And published at office of Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad